

بعلیٰ بنت مریم

عالی جناب مولانا ابو الفلام آزاد صاحب

از مصنف

جان۔ اے محمد السبحان دی۔ دی۔

بہت مہم و دستِ کلیسیا و جنوبی ایسیا

صداقت اسلام

یعنے

مذہبی صداقت کے سلسلہ میں پہلی کتاب

ہمیں

اسلام اور بانی اسلام پر انہی واقعات صحیح شہنی ڈالی گئی ہے

(امریکہ) ڈی۔ ڈی۔
(سلاہور) جی۔ ڈی۔

مہتاب

جناپر نور جے۔ ایلو شنیس سہجان صاحبانی۔ لے

ہنری مارٹین اسکول ملاہور

سابق ڈائریکٹر صیغہ علوم مشرقیہ قیصر لاجبیل سمینری برٹلیہ

سرکار بیل و طاہر پرس ۱۳۷۶ء پاکر کرسٹین چیمپ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تخصیص

مذہب اسلام نے حق اور وحدانیت کی حمایت میں جو کچھ کیا ہے وہ ہمیشہ صفحہ تواریخ پر چمکتا رہے گا۔ اور مخفی فیض کے مٹانے ہرگز نہ ملے گا۔ اسلام سے جب قدر فیض دیگر مذاہب کو بھونچے ہیں تواریخ ان پر شاہد ہے۔ مسیحیت جب خطرے میں تھی اور غمگین تھی کہ انسان پرستی و میم پرستی اور بت پرستی اور دیگر بدعتوں کا مسیحیت شکار ہو جائے اوس وقت اسلام کی پھیلتی ہوئی روشنی کا اثر تھا کہ یکے بعد دیگرے

یہ ترقی غالباً اوس حد تک بڑھتی جائیگی کہ آخر کار تمام دنیا کے لئے ایک ہی عالمگیر مذہب بچائے گا۔ اور یہ وہ مذہب ہوگا کہ جس میں دیگر مذاہب کی صداقت کو اپنے اندر جذب کر نیکی گنجائش اور قوت ہو گئی یہ مذہب نہ کسی خاص قوم نہ کسی خاص فرقہ کا بلکہ پھر عالمگیر مذہب دنیا کی تمام قوموں کا ہوگا۔ اور تمام قومیں اپنے اپنے مذہبی صداقتوں اور خوبیوں سے اس کو کامل کریں گی اسی واسطے خداوند مسیح کہتا ہے ”میں منسوخ کرنے نہیں بلکہ کامل کرنے آیا ہوں“ میں نے اسلام کو اس نکتہ خیال سے دیکھا ہے جس سے خداوند مسیح اگر زمانہ اسلام میں موجود ہوتا تو دیکھتا۔

میں نے مسیحیت کے بارے میں اپنے خیالات سری جگہ جمع کئے ہیں جو عنقریب ہدیہ ناظرین ہوگا۔ میں آخر میں اپنے اہل عزیز دوستوں کا شکریہ تہ دل سے ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت اور صحت میں ہر طرح سے استعانت کی ہے۔ خصوصاً میں اپنے مہربان مولانا دمولوی علی محمد خان صاحب بدایونی۔

بیشمار صلحان وین پیدا ہوئے جن کی لگاتار کوششوں
 اور بے شمار قربانیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرقہ پر وٹسٹنٹ
 کی بنیاد پڑی۔ مذاہب کی موجودہ چھان بین ہم کو سکھاتی
 ہے کہ ہم کسی دیگر مذاہب کی صداقت سے پریشان نہ
 ہوں کیونکہ یہ خیال اب صرف جاہل قوموں میں پایا جاتا
 ہے کہ صرف ایک مذہب کلمتہ سچا ہے اور اس کے
 مقابل میں دیگر مذاہب باطل اور ضعیف انسانوں کی
 بے تکلی کوشش کا نتیجہ ہیں۔ بلکہ ہر عمدہ خیال خدا کی طرف
 سے ہے ایک مذہب کا اثر دوسرے مذہب پر ضرور پڑتا
 ہے اور ایک مذہب کی کوئی خاص خوبی دوسرے مذہب
 کی روشنی میں اور ہی ترقی پاتی ہے۔ چنانچہ اسلام ہی
 کو دیکھئے کہ جب مغربی فلسفہ کا رواج ہوا اور علماء اسلام
 نے موجودہ سائنس کی طرف اپنی توجہ پھیری تو اہل اسلام
 کے تعلیم یافتہ طبقہ میں مذہبی خیالات میں تبدیلی ہونا شروع
 ہوئی مثال کے لئے سید احمد کی تالیفات اور ٹما کر
 ملاحظہ کیجئے۔ زمانہ کی رفتار اور علم کی ترقی کیساتھ مذہبی
 خیالات میں اعلیٰ تبدیلی کا ہونا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صداقت کا طلوع اور ظلمت کا انتشار

ان الرسول لنور يستضاء به محمد من سيوف الله مسلول

عرب کی سرزمین جو دنیا سے الگ ایک ریگستانی جزیرہ نما ہے، اسکی طرف دنیا کی سلطنتوں نے کبھی للچائی ہوئی نگاہ سے نظر نہیں کی تھی بسلاطین روم و فارس کو اسکی طرف سے کامل اطمینان تھا کہ یہ غریب بدوی قوم کبھی فاتح کے لقب سے ممتاز نہیں ہو سکتی کیونکہ ابتداء عربی قوم ایک کمزور ناسالینہ اور جاہل قوم تھی اور عرب کی سرزمین تاریک تھی اور تاریک بھی ایسی کہ ہاتھ سے ہاتھ نہیں سوجھائی دیتا تھا۔ بتوں کے آگے سر جکانا اور اون کو اپنا معبود گردانا سب بڑی عبادت شمار کی جاتی تھی۔ لڑکیوں کو زندہ دگر کر کے کی رسم عمل میں لائی جاتی تھی۔ اوہام باطلہ صداقت علمی کا پایہ رکھتے تھے۔ باہم جنگ و جدل کر کے خون کی ندیاں بہانا انسانی زندگی کا اعلیٰ مقصد تصور کیا جاتا تھا غرض کہ جمہالت کی تاریکی نے اس خدائی زمین پر قبضہ کر رکھا تھا۔ ہر طرف ظلمت کی گھن گھور گھٹائیں تھیں۔ ماہتاب اور دیگر ستارہ ہائے آسمانی کا لے بادون کے ہر دون میں چھپے ہوئے تھے۔ ہر طرف ہولناک صورتیں نظر آرہی تھیں۔ نہ صحر عرب بلکہ چٹھی صدی مسیحی میں تمام دنیا کی حالت ناگفتہ بہ ہو رہی تھی۔ انسانی و حیوانی زندگی میں امتیاز مشکل معلوم ہوتا تھا۔ تمدن و اعلیٰ طرز حاشمت سے لوگ بالکل ناواقف تھے۔ موسویت کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ مسیحیت تقریباً خاک بین

عربک پر و فیس سنٹ جانس کالج آگرہ کا تہذیب سے مشکور
ہوں جنہوں نے ازراہ شفقت اس کتاب کو ملاحظہ کیا
اور جا بجا تصحیح کر کے خاکسار کو مرہون منت کیا۔

ناظرین! جس طرح آپ نے صداقت اسلام کو قبول
کر کے صداقت کے اعلان کرنے میں خاکسار کی بہت
افزائی کی ہے۔ امید کہ اسی طرح آپ اسکے دوسرے
حصہ مسیحیت کو بھی ملاحظہ فرما کر کمترین کی بے لوث کوششوں
کی داد دیں گے۔ فقط



کہ اسلام مسیحیت کو دہائی مصیبتوں سے نجات دینے کا ذریعہ بنے
 تو انجیل پر نظر دوڑاؤ اوس وقت تم کو معلوم ہو جائیگا کہ چھٹویں صدی کا زمانہ
 پکار پکار کر ایک مصلح ایک رہبر کی ضرورت پیش کر رہا ہے۔ یورپ اور
 ایشیا کے حالات پر نظر ڈالو تم کو فوراً معلوم ہو جائے گا کہ ایک ہادی اقوام
 کی ضرورت درپیش ہے۔ جو تاریخی دنیا کی اسواج کا رخ پھیر دے۔
 مگر خدا کا دریائے رحمت جوشن پر آیا۔ تاریکی مین بھولے بھٹکے گمراہوں
 کی حالت۔ اقوام خوابیدہ کی نفعی مظلوموں کی آہ۔ بارےصیان سے
 زمین کی چیخ نے عرش برین کو جنبش دی رحمت الہی نے پکارا۔ تاریکی
 دور ہو۔ یکایک کالے کالے بادل پھٹ گئے اور اودن کو چیرتی ہوئی
 ایک ایسی روشن بجلی کڑکی جسکی چمک سے چاروں طرف چکا چوند ہو گئی
 جسکی آواز نے لوگوں کے دل دھلائے۔ بادل کا فور ہوتے ہوئے نظر
 آئے۔ ہماری یک نخت دور ہو گئی اور خدا کی شمع نے مغرب سے مشرق تک
 کل عالم کو منور کر دیا۔ یہ آواز اوس نبی عربی کی تھی جس نے کوہ صفا پر چڑھ کر
 اپنی قوم کو مخاطب کر کے پکارا۔ اَنَا نَذِيرُ الْعَرَبِيَّانِ جب اس للکار
 کو سن کر لوگ پہاڑی کے نیچے جمع ہو گئے آپ نے اپنا پیغام پہنچایا
 اور اوس غذا سے ڈرایا جو اودن پر آئے والا تھا۔ اس ملک میں تن تنہا رسول
 پر نظر کرو۔ جب وہ کوہ صفا پر اپنا پیغام پہنچا کر نیچے آتا ہے۔ مخالفت کا
 ایک طوفان بے تمیزی آپ کے چاروں طرف برپا ہے۔ سب سے
 پہلے آپ کے چچا ابولہب نے مخالفت شروع کی آپ پر ایک پتھر مارا اور کہا

مل چکی تھی جس مذہب کے خداوند کو زمین پر سر رکھنے کے لئے بھی جگہ
 نہ تھی اوس کے خلیفہ محل شاہی اور قصر روم میں بیٹھ کر خواہشات نفسانی
 کی پرستش میں مشغول تھے۔ مسیحیت میں افراط و تفریط حد سے تجاوز
 نہ کر گئی تھی حضرت مریمؑ کو صاف لفظوں میں ایک فرقہ نے شاملِ ثلثیت کر لیا
 تھا اسی وقت سے حضرت مریمؑ کو کلیسیاء روم نے خدا کی مان کھ کر پکارنا
 شروع کر دیا ہے۔ مسیح و مسیحی ہر گون کی مورتوں کی علانیہ طور پر پرستش
 ہونے لگی صلیب واجب العبادت شمار ہونے لگا۔ گناہ کی معافی روپیہ
 کے ذریعہ سے فروخت ہونا شروع ہوئی۔ مسیحی خدا و مان دین کے لئے
 شادی ناجائز قرار دی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حرام کاری نے کلیسیا میں زور پکڑا
 روٹی اور شراب کا مجسم مسیح میں تبدیل ہو جانا اور اس کا کھانا ذریعہ قربت الہی
 و فرض ٹھہرایا گیا۔ اور کلیسیاء روم کا البشپ مسیح کا نائب قرار دیا گیا جنت و دوزخ
 کی کنجیان اوس کے سپرد کی گئیں اور گناہ معاف کرنے کا اختیار اوس کو
 بخشا گیا۔ اور اس کی تمام باتیں خطائے بری ملنی جانے لگی۔ مسیح کی سیدی
 سادہی تعلیم کو لوگ بھول چکے تھے نسلِ براہِ مہم خدا کو فراموش کر چکی
 تھی۔ خدا کا وعدہ کہ ”تیری نسل سے ساری قومیں برکت پائیں گی“ بھوٹا
 ہوتا ہوا نظر آتا تھا۔ مگر مشیتِ ایزدی تھی کہ ایک مصلح قوم پیدا ہو۔ ایک
 ایسا ہادی دنیا میں جلوہ افروز ہو جو بگڑتی ہوئی دنیا کو سدھارے۔
 اقوامِ خوابیدہ کو جگا کر اودن میں ایک نئی روح پہونکدے۔ غرض کہ تمام عالم
 کے لئے نعرہ اُڑا اور عرب کے لئے خصوصاً باعثِ رحمت ہو خدا کی مرضی تھی

پیش کیا تو اون لوگوں کو بلا کسی پس پیش کے آپ کا دعویٰ تسلیم کرنے میں کوئی مشکل نہ ہوئی۔ آخر کار پیغمبر عرب نے اون تاجروں اور زائروں کے سامنے اسلام پیش کیا۔ جو وقتاً فوقتاً لگے آيا کرتے تھے قریش نے اس بات کو بھی پسند نہ کیا اور وہ اس بات کے بھی روادار نہ ہوئے کہ آپ کسی سے کلام کریں۔ مگر سبحان اللہ کیا محل تھا اور کیسی مہبت کہ آپ اپنے میمن سے ذرا بھی پیچھے نہ ہٹے۔

یہاں تک کہ اہل مکہ نے آپ کے چچا ابوطالب کے پاس ایک وفد بھیجا اور کہا: ”ہم تیری ضعیفی اور عزت کا لحاظ کرتے ہیں مگر ہمارے لحاظ کی بھی کوئی حد ہے۔ اب ہم میں زیادہ طاقت نہیں کہ تیرے بیٹے کی بدگوئیوں کو سن سکیں۔ جو وہ ہمارے معبودوں کی نسبت کہتا ہے۔ بس یا تو تو اوس کو سمجھا یا علانیہ اوس کا ساتھ دے۔ تاکہ ہم تجھ سے لڑ کر اس بات کا فیصلہ کر لیں۔ یہاں تک کہ ہم میں سے ایک فنا ہو جائے۔“ یہ کہہ کر اہل وفد چلے گئے ابوطالب جو نہ یہ چاہتے تھے کہ لوگوں سے دشمنی پیدا ہو۔ اور نہ اون کو اپنے بیٹے سے جدا ہونا منظور تھا۔ اونہوں نے پیغمبر عرب کو بلوایا اور اون کو سمجھایا کہ قریش تمہاری اور ہماری مخالفت پر تے ہوئے ہیں تم اپنے اس کام سے باز آؤ۔ ورنہ میں بھی تمہاری حفاظت سے دست بردار ہوتا ہوں۔ رسول عربی نے بلا کسی خوف کے یوں جواب دیا۔

”اے میرے چچا اگر قریش آفتاب کو میرے واسطے ہاتھ پر اور

تَبَاكَ لَہٰذَا دَعَوْتَنَا سَاۡئِرَ الْیَوْمِ - کیا اسی لئے تو نے ہم سہوں کو جمع کیا تھا اونٹ کی اوہڑپان اور کانٹے آپ پر پہنکے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ لوگوں کو اسلام کی تعلیم تکمیل کر رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کی پیٹھ پر ایک پتھر مارا اور کہا کہ ”اس کذاب کی باتوں کو ہرگز نہ سننا۔“

آپ کا آنا گویا تقاضائے فطرت تھا اور آپ کی بعثت دراصل مشیتِ ایزدی کا نمونہ آپ کی تعلیم نے تواریخ کے امواج کا رخ پھیر دیا۔ دنیا کا رنگ بدل گیا۔ دنیا کی ساری قومیں ظلمتِ کُل کر ترقی کے شاہراہ پر ہولین۔ زمانہ کی رفتار میں آنا فائنا میں تبدیل ہوئے لگی۔ آپ کی تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر خدا کا بندہ اصلاح! اصلاح! ایکار اوٹھا خدا کی وحدانیت اور بت پرستی کی تکذیب سے جنگل اور بھاڑ گونج گئے۔

عرب کی سرزمین میں ایک پھل جھلکی۔
 شروع زمانہ نبوت میں آپ کے ماننے والے صرف آپ کے چند فقہاء اور خاندان کے لوگ تھے سب سے پہلے آپ کی نبوت کا اقرار کرنے والوں میں آپ کی زوجہ اولیہ حضرت خدیجہؓ، حضرت علیؓ ابن ابی طالب اور عبداللہؓ ابن الوثابہؓ، عثمانؓ بن عفانؓ، عبدالرحمنؓ بن عوفؓ سعدؓ ابن ابی وقاصؓ، زبیرؓ بن عوامؓ اور آپ کا غلام زبیرؓ بن حارثؓ ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جو آپ کی زندگی سے کامل طور پر واقف تھے۔ جنہوں نے آپ کی گذشتہ چالیس سال کی زندگی دیکھی تھی۔ اور جب اون کے سامنے بانی اسلام نے اپنا دعویٰ

آسیب کے قبضہ میں ہے۔ تو ہم ڈاکٹر لون اور عاملون کو
 بلائیں گے اور انہیں زر کثیر دیں گے کہ وہ تجھ کو تندرست
 کر دیں۔“

آنحضرت۔ اے ابو ولید کیا تو نے اپنی باتیں ختم کر لیں۔
 عتبہ۔ ہاں۔

آنحضرت۔ ”تو سن“ اور پھر آپ نے قرآن شریف کی یہ آیتیں پڑھنا
 شروع کیں۔

حَمْدٌ تَسْبِيحٌ لِّدُنِّ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ كَتَبَ خُصْلَتُ آيَاتِهِ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ
 بَشِيرًا وَنَذِيرًا فَأَعْرَضَ الْأَكْثَرُ مِنْهُمْ فَوَضَعُوا لَكَ الْبُغْضَ وَفَالُوا لَوْلَا بِنَا فِي الْكِنَةِ
 مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا وَقُرْآنٌ مِّنْ بَيْنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَأَعْمَلْ
 إِنَّا عَامِلُونَ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَىٰ أَتَمَّا الْكَلَمَ إِلَهُ وَاحِدًا
 فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَخْفِرُوا ذُو الْوَيْلِ لِلْمُشْرِكِينَ۔

پھر آپ نے فرمایا۔ ”اے عتبہ تو نے سن لیا۔ اب تو اپنا راستہ
 اور جو تجھے مناسب معلوم ہو وہ اختیار کر۔“

پھر دوسری مرتبہ قریشیوں کا ایک گروہ آنحضرت کے پاس
 عزت و دولت اور مرتبہ کا وعدہ لے کر آیا۔ آپ نے جواب دیا۔

”میں عزت چاہتا ہوں نہ مرتبہ اور نہ دولت کا خواہشمند ہوں
 نہ سلطنت کا میں خدا کا رسول ہوں۔ اوس نے مجھے بھیجا ہے۔

تاکہ لوگوں کو اوس کا پیغام سناؤں۔ میں یقین اوس کے عذاب

ماہتاب کو بائین ہاتھ پر رکھ دین اور مجھ کو میرے کام سے باز رکھنا
چاہیں میں سچ کہتا ہوں۔ کہ اس تبلیغ حق سے ذرا بھی پیچھے نہ
سٹھوں گا۔ جب تک کہ خدا کا پیغام لوگوں کو نہ پہنچ جائے۔ یا میں اپنی
کوشش میں فنا نہ ہو جاؤں۔ ابوطالب نے جواب دیا ”خیر جو بہتر
سمجھو کرو۔ میں ہرگز تم کو نہ چھوڑوں گا۔“

ایک مرتبہ قریش میں سے مخالفین کا ایک گروہ آپ کے پاس آیا
حسین سے عتبہ بن ربیعہ آپ سے اس طرح ہم کلام ہوا۔

عتبہ۔ اے ابن اخی تو اپنے صفات اور نسل کے اعتبار سے ہم
میں افضل ہے۔ مگر تو نے ہم لوگوں میں نفاق کا بیج بویا
ہے۔ اور تو ہمارے معبودوں اور بتوں کی توہین کرتا ہے
ہم تیرے سامنے چند باتیں پیش کرتے ہیں اگر تجھے پسند
آئیں تو اختیار کر۔“

انحضرت۔ ”اے ابو ولید کو میں سنتا ہوں۔“

عتبہ۔ اگر اس کارروائی سے تیری یہ خواہش ہے کہ تو دولت مند
بن جائے۔ تو ہم تیرے لئے اس قدر دولت جمع کریں گے
کہ ہم میں سے کسی کے پاس نہ ہوگی۔ اور اگر تجھے عزت و مرتبہ
کی آرزو ہے تو ہم تجھے اپنا سردار مقرر کرینگے۔ اور تیرے بغیر کوئی
کام نہیں کرینگے۔ اگر تجھے سلطنت کی خواہش ہے تو ہم تجھ کو
اپنا بادشاہ بنائیں گے۔ اگر تجھے کوئی سایہ ہے اور تو کسی

حضرت بلالؓ کو سخت سے سخت عذاب دینا شروع کیا اور روزمرہ آفتاب کی تمازت میں جلتی ریت پر برہنہ پشت کے بل لٹا دیتا۔ اور آپ کے سینہ پر ایک وزنی پتھر رکھ دیتا۔ آپ جب پیاس سے بیتاب ہوتے تو اخذ۔ احد لکارتے تھے۔ یہ سخت حالت آپ پر کچھ عرصہ تک برابر جاری رہی۔ آخر الام حضرت ابو بکرؓ نے آپ کے عوض زکیر کثیر ادا کر کے آپ کو آزاد کر دیا۔

یہ سردان کے زوجہ سمیا اور اون کے بیٹے عمار کو بہت سخت ایذا دے کر قریشیوں نے شہید کر ڈالا خبیب ابن عدی جو دغا سے قریش کے ہاتھ نیچ ڈالا گیا تھا۔ سخت عذاب کے ساتھ واقف ہجرت کے بعد شہید کر ڈالا گیا۔ اور جب وہ آپ کے اعضا ٹکڑے ٹکڑے کر رہے تھے اور آپ سخت جان کنڈنی کے حالت میں تھے تو کفار نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا اس وقت بھی آپ یہ نہیں چاہتے کہ محمدؐ آپ کی جگہ پر ہوتے آپ نے جواب دیا۔

”میں اپنی اور اپنے خاندان اور اپنے لڑکوں کی جان کے عوض میں اس قدر بھی گوارا نہ کروں گا کہ آنحضرت کے صرف ایک کانٹا چھبایا جائے“ یہ حالت تھی آنحضرت کے پیر و نکی جان نشاری کی۔ (سوائے آخر الذکر واقفہ کے کل واقعات ہجرت سے پیشتر واقع ہوئے) اور آپ اکثر ان دردناک نظاروں کے دیکھنے والے ہوتے۔ مگر اللہ کے ضبط و تحمل آپ ہمیشہ اپنے دشمنوں سے

سے ڈرتا ہوں۔ اور اگر تم وہ پیغام جو میں لیکر آیا ہوں قبول کرو گے تو خدا تم پر اس جہان اور آئندہ جہان میں رحم کرے گا۔ اور اگر تم میرے کلام کا انکار کرو گے تو میں صبر کروں گا۔ اور اس کا فیصلہ خدا پر چھوڑوں گا۔“

اس مرتبہ بھی لوگ یایوس ہو کر واپس چلے گئے۔ پھر سیدہ سادہ باطریقہ تھا جس سے آپ نے اپنا مہین شروع کیا۔ اہل مکہ نے آپ کے ستانے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا بارہا آپ کے جان کے خلاف جلسے و کمیٹیاں ہوئیں۔ آپ کئی ہجو میں شعراء عرب نے اپنی ساری شاعری صرف کر ڈالی۔ لوگوں کو آپ کے خلاف اوہارنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ مگر اسلام لوگوں کے دلوں میں گہر کرتا گیا۔ آپ عرب کے بڑے اور شریف قبیلہ میں ہوئے کے وجہ سے محفوظ رہے مگر آپ کے ہمراہیوں کو سخت مصیبت کا سامنا تھا۔ ہر طرح کی تکلیفیں اور مصیبتیں ان کے لئے مہیا کی گئیں۔ ان پر طرح طرح کے عذاب کئے گئے۔ رمضان اور بائٹا کی بھاڑ میں ان خوفناک نظاروں کے مقابلہ میں ہوئے۔ کوئی عورت یا مرد اگر اسلام قبول کرتا تو اس کو پتی ہوئی بیویوں پر لٹا کر سخت سے سخت عذاب اس پر کیا جاتا۔ اسلام کے پہلے موزن حضرت بلال حبشیؓ نے جب آنحضرتؐ کے دعویٰ نبوت کا اقرار کیا۔ تو آپ کے آقا امیلہ بن خلفؓ

رسولاً نعرف نسبہ وصدقہ وامانہ وعفانہ
 فدعانا الى الله لنوحده - ونعبدہ ونخلع ما كنا نعبد نحن
 واباءنا من دون من المجازة والاوثان وامرنا ان نعبد الله وحده
 ولا نيشرك به شيئاً وامرنا بالصلاة والزكاة والصيام (فدعنا)
 عليه امور الاسلام ثم قال (وامر بصدق الحديث واداء الامانة
 وصلة الرحم وحسن الجوار والكف عن المحارم والجماع ونهينا
 من الفواحش وقول الزور واكل مال اليتيم - وقذف الحصنات
 قصد قناه وابتغاه على ما جاء به من الله تعالى نعبد الله تعالى
 وحده ولا نيشرك به شيئاً وحرمتنا ما حرم الله علينا واحللتنا ما احل لنا
 فعدى علينا قومنا فعدونا وقتلوا ديننا ليردنا على عبادة الاوثان من
 عباد الله تعالى وان نستحل ما كنا نستحل من الخبائث ليعاقبهم واولمونا
 وضيقوا علينا وحالوا بيننا وبين ديننا خرجنا الى بلادك واخترناك على
 من سواك ورغبنا في جوارك ورجونا ان لا تعظم عندك يا ايها الملك
 ” لے بادشاہ ہم ایک قوم جاہلون سے تھے کہ بتوں کی
 پرستش کرتے تھے اور مردوں کو کما یا کرتے تھے - اور فواحش
 میں مبتلا تھے - اپنے ہمسایوں کے ساتھ برائی کرتے اور
 ہم میں سے قومی ضعیف کا مال کھا جاتا - پس ہم اسی حالت

نرمی کا برتاؤ کرتے رہے۔ آخر آپ نے اپنے تھوڑے سے
 مصیبت زدہ ساتھیوں کو صلاح دی کہ وہ ہجرت کر کے
 ابی سینا ملک حبش کو چلے جائیں۔ جہان کا بادشاہ مسیحی اور پریہنگار
 ہے رفتہ رفتہ لوگوں نے وہاں ہجرت کرنا شرع کی اور اون کی
 تعداد قریب تراسی ہزار اور اٹھارہ ہزار تک پہنچ گئی۔
 قریش نے یہاں بھی ان کا پیہپا نہیں چھوڑا۔ اور نہایت برہم
 ہو کر ایک وفد شاہ نجاشی کی خدمت میں روانہ کیا کہ یہ مہاجرین
 کا گروہ اپنے ملک سے باغی ہو کر آپ کے یہاں پناہ گزین ہوا
 ہے۔ لہذا ان میں سے ہر ایک کو بیدریغ تہ تیغ کیا جائے
 شاہ نجاشی نے فوراً ان مہاجرین کو بلایا اور اون سے
 دریافت کیا کہ قریشی جو جرم ان پر عائد کرتے ہیں کیا وہ
 صحیح ہیں۔ حضرت جعفر ابن ابی طالب برادر حضرت علیؑ فوراً
 آگے بڑھے اور مندرجہ ذیل لفظوں میں جواب دیا جو
 اسلام کی تعلیم کا نہایت جربہ و عمدہ خلاصہ ہے۔ اور جس
 کو مومنین اسلام نے ہمیشہ اون کے الفاظ میں تحریر کرنے
 کا خیال رکھا ہے۔

یٰہا الملک کنا قومًا اهل جاہلیۃ نعبدا لاصنام
 و ناکل المیتۃ و ناتی الفواحش و نسعی الجوار و یاکل
 القوی منا الضعیف فکنا علی ذلک حتی بعث اللہ الینا

کی طرف خدا کی عبادت سے لوٹائیں۔ پس جب اونہوں نے ستایا اور ظلم کیا اور راستہ ہم پر تنگ کیا۔ اور وہ بھلے اور مذہب کے درمیان حائل ہوئے۔ ہم تیرے ملک کی طرف چلے اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ تو اون کی ظلم سے ہماری حمایت کرے گا۔

شاہ نجاشی اس بیان سے نہایت متاثر ہوا اور فوراً انکو اپنے شہر میں رہنے کی اجازت دیدی۔ اور قریشی بالوس ہو کر واپس چلے گئے۔ آنحضرت اس وقت مکہ میں چند ہمراہیوں کے ساتھ مخالفین کی متحہ کو شش کا سامنا کر رہے تھے۔ کون کھسکتا تھا کہ اسلام اپنے دشمنوں کے حملوں کے مقابل میں فتنہ نہ لگے گا۔ اس سے بڑھ کر اوجرت انگیز واقعہ کیا ہو سکتا ہے کہ تمام عرب کی کوششیں آپ کے خلاف فضول اور رائگان ثابت ہوئیں۔ دنیا میں جڑے جڑے فاتح گذرے ہیں مگر کیا کسی نے بھی اس تنہائی و بکیسی کی حالت میں دنیا کی طاقت کے خلاف ایسی فتح حاصل کی ہے۔ کہ جس کا سہرہ آپ کے سر باندھا جاتا ہے۔ کوئی کیسا ہی دشمن کیون نہ ہوتا مگر جو صرف ایک مرتبہ صدق دل سے آپ کا کلمہ پڑھ لیتا ہمیشہ کے لئے آپ کا سچا شاہی بن جاتا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ ابن الخطاب ایک نوجوان جو شیعہ

پر بیان تک رہے کہ اللہ نے ہم لوگوں میں اپنا رسول
 بھیجا۔ جس کی نسب و چائی و دیانت داری اور پرہیزگاری
 سے ہم لوگ خوب واقف تھے۔ اوس نے ہم لوگوں کو خدا
 کی وحدانیت کی طرف بلایا اور اوس کی عبادت کی طرف متوجہ
 کیا۔ اور حشر کے شرک و بت پرستی سے منع کیا اور ہم
 کو حکم دیا کہ ہم تنہا ایک خدا کی عبادت کریں اور کسی کو اول
 کا شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور نماز رکوع اور روزہ کا حکم دیا۔ بیچ
 بولنے اور ادائے امانت و رسم کرنے اور پڑوسیوں سے
 نیک سلوک کا اور ادن کے حقوق کا خیال رکھنے کا اور ہم کی
 ہدایت کی اور منع کیا فحشات اور جھوٹی باتوں سے اور
 یتیموں کا مال کھانے سے ہم کو روکا پس ہم نے اسکی
 تصدیق کی اور اوس کی پیروی کی اور جو احکام اوس کے
 پاس اللہ کی طرف سے آئے ادن کو بیچ جانتے رہے۔
 ہم اوس خدا کی بندگی کرتے ہیں اور اوس کو واحد جانتے
 ہیں۔ اور کسی کو اوس کا شریک نہیں ٹھہراتے ہیں۔ اور جو
 کچھ اللہ نے ہم پر حرام کیا اوس کو حرام اور جو کچھ حلال کیا ہے
 اوس کو حلال جانتے ہیں۔ اس لئے ہماری قوم کو ہم سے
 دشمنی۔ نہ۔ اور اونیون۔ نے ہم کو عذاب دیا اور وہ خزانہ دار
 ہوئے۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ ہم کو بتوں کی پرستش

پھر کیا تھا حضرت عمرؓ کے تن و بدن میں ایک آگ
 سی لگ گئی۔ اور غصہ میں نہایت بیتاب ہو کر اپنی بھین
 کے گھر کی طرف چلے یہاں حضرت خبابؓ ابن لاریات
 قرآن شریف کی ایک نئی سورت دونوں کو پڑھ کر سنا رہے تھے
 حضرت عمرؓ کی آہٹ پاتے ہی۔ آپ کی ہمیشہ فاطمہ نے
 اوس تحریر کو چسپانے کی کوشش کی۔ حضرت عمرؓ نے
 گھر میں داخل ہوتے ہی سوال کیا کہ ”ابھی تم لوگ کیا پڑھ
 رہے تھے“ آپ کی ہمیشہ نے ہر چند بات ٹالنے کی
 کوشش کی مگر کوئی کارگر نہ ہوئی۔ آخر غصہ میں بیتاب
 ہو کر حضرت عمرؓ دونوں میان بی بی پر جھپٹ پڑے۔ اور
 خوب زد و کوب کرنا شروع کیا۔ فوراً ان دونوں نے
 اقرار کیا۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ہم دونوں
 بیشک مسلمان ہیں۔ اور اپنے عقیدے سے ہرگز باز
 نہیں آئیں گے۔ اگر تیری مرضی ہو ہم لوگوں کو ہلاک کر
 آخر جب حضرت عمرؓ نے اپنی بھین کو لو سے ترو دیکھا فوراً ترس
 آیا اور اپنے اس جلدی پر نہایت لپشیمان ہوئے۔ اور
 اوس تحریر کے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ جب آپ نے
 پچھ دعدہ کر لیا کہ آپ اوس کو تلف نہ کریں گے۔ تحریر نکالی
 اور آپ کو پڑھ کر سنائی گئی۔

شخص تھے۔ اور آپ آنحضرتؐ کے سخت دشمنوں میں شمار
کئے جاتے تھے۔ مگر آپؐ نے جو اسلام کی خدمت میں کی ہیں
وہ ہمیشہ صفحہ تاریخ پر حکمتی رہیں گی۔ آپ کے اسلام لانے
کی کیفیت بھی نہایت عجیب و غریب ہے۔ ایک مرتبہ آپ
نہایت غصہ میں بغرض انذار سانی رسولؐ عربی جارسے
تھے کہ راستہ میں آپ کے ایک رشتہ دار سے ملاقات
ہوئی جنہوں نے آپ کی یہ حالت دیکھ کر استفسار کیا۔
اُسے عمرؓ تیری یہ کیا حالت ہے اور کہہ کر ارادہ ہے۔
عمرؓ۔ میں محمدؐ کی تلاش میں ہوں۔ اور میں ضرور اسے

آج قتل کروں گا۔

نعمیم۔ تو غصہ سے اندھا ہو رہا ہے۔ اگر تو محمدؐ کو قتل
کر لگا۔ تو سارا بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب
تیرے دشمن ہو جائیں گے اور تجھ سے قصاص
لینگے۔ تیرے لئے مناسب ہے کہ تو پہلے
اپنے گھر کی خبر لے۔ اور اپنے خاندان کے
اولاد کو گون کو سمجھا جو باپ۔ دادے
کے دین سے پھر گئے ہیں۔

عمرؓ۔ وہ کون ہیں۔

نعمیم۔ تیری بہن فاطمہ اور اس کا شوہر۔

لا اِلهَ اِلاَّ اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ ﷺ آپ نے فرمایا ایمان بہن محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو اودن کی بارگاہ میں لیجیو کہ میں گذشتہ گناہوں سے توبہ کر کے آپ کے دست مبارک پر ایمان کا اقرار کروں اور آپ اس صبر سے آنحضرتؐ کی بارگاہ کی طرف چلے کہ آپ کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی جس سے آپ نے حضرتؐ اور آپ کے اصحاب کا سرتن سے جدا کرنے کا ارادہ کیا تھا جب بارگاہ نبویؐ پر پہنچے یہ چھوٹی سی جماعت نماز کی تیاری کر رہی تھی حضرتؐ عمرؓ کو اس حالت میں آتے دیکھا کہ ایک کھلبلی سی مچکئی۔ اور لوگوں پر ایک دہشت سی چھا گئی۔ آنحضرتؐ فوراً نکلے اور کہا۔ اے عمرؓ کیا حالت ہے۔ حضرتؐ عمرؓ نے فوراً دست مبارک پر بوسہ دیا اور حلقہ اسلام میں داخل ہونے کی آرزو ظاہر کی تمام مسلمانوں نے خدا کا شکر ادا کیا اور وہ اس وقت سے لیکر آخر دم تک اسلام کے بڑے حامی و پشت پناہ بنے رہے۔

قریش کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو اودن میں ایک سناٹا سا چھا گیا اور نہایت حیرت زدہ ہوئے۔ اور ہمہ تن اسلام کو نیت کرنے کی فکر میں لگے رہے اور مضبوط ارادہ کر لیا کہ آئندہ اسلام کو برباد کر کے آرام کریں گے۔ ہر قبیلہ اور ہر گروہ اسلام کے خلاف اپنی اپنی کارروائیوں میں مصروف ہو گیا

ظہ۔ مَا أُنزِلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَتَشْفِيَٰ - إِلَّا تَذَكَّرُ لِمَنْ تَخْتَارُ
 تَنْزِيلًا مَّتَّعْنِي خَلْقَ الْأَرْضِ وَالسَّمَوَاتِ الْعُلَىٰ وَالْوَحْنِ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ لَهُ
 مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا دَمَا تَحْتَ الثَّوْرِ وَإِنْ جَعَلَ الْقَوْلُ
 فَأَنْتَ لَعَلِّمَ السِّرِّ أَسْمَىٰ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ أَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ -

اس واسطے ہم نے قرآن کو نہیں اوتارا کہ تو محنت میں
 پڑے۔ مگر یہ نصیحت ہے اوسکے واسطے جس کو ڈر ہے۔
 اوس کو اوتارا ہے اوس خدا نے۔ جس نے زمین اور بلند
 آسمان بنائے وہ بڑی رحمت والا خدا۔ عرش پر قائم ہے۔
 آسمان وزمین میں اور اون دونوں کے درمیان اور نرم
 زمین کے نیچے جو کچھ ہے اوسی کا ہے۔ اور اگر تو بات
 کہے پکار کر بولے تو اوس کو تو پوشیدہ کی خبر ہے۔ اللہ
 کے سوائے بندگی کے لائق کوئی نہیں ہے۔ اور سب نام
 پسندیدہ اوسی کے ہیں۔ یہ کلام عجب جادو بھرا ہوا تھا کہ
 جون جون آپ سنتے جاتے تھے آپ کی حالت بدلتی
 جاتی تھی۔ اور آپ پر ایک رقت سی طاری ہو رہی
 تھی۔ یہاں تک کہ جون ہی آپ نے سنا اللہ لا اِلاہو
 لا اِسماء الحسنى۔ فوراً کھڑے ہوئے۔ کیا ہی عمدہ اور اعلیٰ
 مرتبہ کا کلام ہے۔ یہ سنتے ہی جناب جناب جو چہپے ہوئے
 کھڑے تھے فوراً اُٹھ آئے اور کہا کہ اے عمر کھوا

ہوگا۔ کہ آنحضرت اب اپنے ارادے سے باز آجائیے
 اور اپنے مشن کے لئے اپنے قبیلوں کی سختی ہرگز گوارا
 نہ کریں گے۔ مگر آپ کو یقین واثق تھا کہ آپ خدا کے
 رسول ہیں۔ آپ ان مشرکین و کفار قریش کے لئے خدا
 کی وحدانیت کا پیغام لیکر آئے تھے اور ضرور تھا کہ وہ پیغام
 اودن تک پہونچایا جاتا۔ بھر حال شعب کی گمائی میں لوگوں
 کی حالت نہایت خراب ہونے لگی۔ اودن کے غلے ختم ہونے
 پر آگئے۔ فاقہ کی نوبت پہونچ گئی۔ قریش کے چند شرفاء
 کو جب یہ حالت معلوم ہوئی وہ اپنی اس بے انصافی پر نہایت
 ناام ہوئے اور شہام بن عمرو نے زبیر بن ابوامیہ کے ساتھ ملکر
 بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کی قریشیوں سے صلح کرادی
 اس واقعہ کے دوسرے سال آنحضرت کے لئے پہر
 منسوبیت کا سامنا تھا کہ پہلے آپ کے سر سے آپ کے
 چچا ابوطالب کا سایہ اوٹھ گیا جنہوں نے بظاہر آپ کی
 حمایت کی تھی۔ اور آپ کا ساتھ دیتے رہے تھے۔ اور
 اسی سال آپ کی بی بی حضرت خدیجہ الکبریٰ کا انتقال ہو گیا
 آپ نے اس تنہائی میں مکہ کے چاروں طرف مایوسی کی
 نگاہ ڈالی۔ چند دوستوں کے ساتھ ہزار ہا مخالفین کے
 مقابلہ میں آپ کیا کر سکتے تھے۔ آپ مکہ سے طائف کو جو قریب

اور صرف موقعہ کی تاک میں تھے۔ آخر تمام قریشیوں نے بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کے خلاف سازش کی اور ایک عہد نامہ لکھ کر کعبہ پر آویزان کر دیا جس کے رو سے کوئی قریشی بنی ہاشم یا بنی عبد المطلب کے کسی شخص سے کسی قسم کی راہ و رسم نہ رکھے اور نہ اون سے لین دین یا خرید و فروخت کرے۔ بنی ہاشم و بنی عبد المطلب کے مسلم و غیر مسلم دونوں کے لئے نہایت نازک وقت تھا اون لوگوں نے خیال کیا کہ شاید قریش اون پر حملہ کرنے کی غرض سے یہ چال چل رہے ہیں۔ اور اس اندیشہ سے اون لوگوں نے شہر چھوڑ کر گھاٹی میں ایک جگہ رہنا مناسب سمجھا۔ دونوں قبیلے مع آنحضرت اور آپ کے چند اصحاب کے شعب کی گھاٹی میں غلہ وغیرہ لے کر قلعہ بند ہو گئے۔ سامان خور و نوش ان کے پاس کافی نہیں رہتا اور قریباً تین سال تک اسی طرح محصور پڑے رہے۔ اور اس عرصہ میں آنحضرت کو اسلام کی تعلیم تلقین کرنے کا موقع بہت کم ملا۔ اگر کبھی آپ موسم حج میں کسی زائر سے گفتگو کرتے تو ابو جہل جو آپ کا سخت دشمن تھا آپ پر پتھر پھینکتا اور چلاتا کہ ”یہ کذاب ہے اس کی کوئی بات ہرگز نہ سنا“ دشمنوں نے اپنے دل میں یہ خیال کیا

”اے رب العالمین۔ میں اپنی کمزوری اور خواہشوں کی زیادتی کی شکایت تیرنی درگاہ الہی میں لایا ہوں۔ میں تیرے بندوں کی نظر میں ایک حقیر چیز ہوں۔ اے ارحم الراحمین۔ تو مجھے مت چھوڑ۔ مجھے میرے دشمنوں کا شکار مت بنا۔ کاش کہ تیرا غصہ مجھ پر نازل نہ ہو۔ میری مشکلوں کو آسان کر۔ تیرے سوا کوئی طاقت اور مدد نہیں۔“

ہیان سے آپ بحالت مایوسی و غمناک واپس چلے اور کوہ حرا پر ٹھہرے پہلے اخنس بن شریق کے پاس ایک شخص کو بھیجا مگر اوس نے آپ کو قبول کرنے سے انکار کیا اور آپ کو اپنے گھر میں جکھ دینے سے انکار کیا۔ پھر اُس کو سہیل بن عمرو کے پاس روانہ کیا۔ اوس نے آپ کی حفاظت اپنے ذمہ لی۔ اور قریشیوں سے کہا۔ ”اے اہل قریش میں نے محمد کو اپنی حفاظت میں لے لیا ہے۔ تمہیں آگاہ کر دیا جاتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص آپ کی طرف آنکھ بھر کر نہ دیکھے۔“

طائف سے واپسی کے بعد بھی آپ نے اپنی کوشش میں کسی طرح کمی نہیں کی۔ اور خدا کی وحدانیت کے اعلان سے کسی طرح نہیں جھجکے۔ دشمنان اسلام نے

ہی واقع ہے۔ اس خیال سے روانہ ہوئے کہ شاید یہاں لوگ آپ کے پیغام کو سنیں اور اسلام کی طرف رجوع لائیں۔ مگر یہاں بھی مخالفوں نے آپ کو دم نہیں لینے دیا۔ آپ کے جان کے خواہاں ہوئے۔ آپ کے ہمراہ صرف آپ کا آزاد کردہ غلام نذیر تھا۔ آپ نے وہاں سے ہباگ کر بیچ نکلنے کی کوشش کی۔ جب آپ شہر سے چلے تو بد معاشوں کے ایک گروہ نے آپ کا تعاقب کیا۔ آپ کو صرف بڑا بھلا کہنے ہی پر اوس گروہ نے اکتفا نہیں کیا بلکہ آپ پر پتھری کی بوچھاڑ کرنا شروع کر دی۔ آپ کی اس وقت کی حالت نہایت دردناک تھی۔ آپ کا مصلح عرب کا رسول۔ خدا کی وحدانیت کے اعلان کرنے کے جوش میں لوگوں کو سمجھاتا ہے۔ مگر اس کے جواب میں اس پر پتھروں کا میخہ برسایا جاتا ہے۔ آپ کی اس وقت کی یہ حالت تھی کہ آپ کے پیروں سے برابر خون جاری تھا۔ اور پیشانی خون آلودہ ہو رہی تھی۔

چند میل تک ان بد معاشوں نے آپ کا چپکا کیا۔ آخر جب آپ کو ذرا حرکت ملی تو ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ اور اپنے خون آلودہ ہاتھ اوٹھا کر درگاہ خداوند رحیم میں یوں دعا مانگنی شروع کی۔

حضرت عباس کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ اور ان لوگوں کو اسلام کی تعلیم یقین کی۔ ان لوگوں نے آپ سے عرض کیا۔ ”یا رسول اللہ۔ آپ اپنے لئے اور خدا کے لئے ہم سے بیعت لیجئے“ آپ نے ان سے اطاعت کا قول و قرار کرایا۔ اس وقت ان لوگوں نے آپ سے دریافت کیا۔

”اگر خدا اور اس کے رسول کی خاطر ہم اپنی جان و دن تو ہمارا کیا اجر ہے“

آنحضرت۔ ”ابدی خوشی“ اہل شرب۔ ”اگر تو کامیابی کے وقت ہم کو چھوڑ کر اپنے لوگوں میں واپس چلا جائے۔“

آنحضرت۔ (مسکرا کر) ”ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ میرا خون تمہارا خون تم میرے ہو اور میں تمہارا“

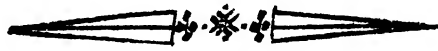
یہ تمام ماجرا غلامہ راخاموشی میں رات کے تاریکی میں واقع ہوا۔ مگر قریشی جاسوس جو ہمیشہ آپ کے پیچھے لگے رہتے۔ تھے۔ ویر سے اس واقعہ کو دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے فوراً دم بھرین اور تمام شہر میں شور مچا کر دیا۔ اور آگ کی طرح یہ خبر سارے مکہ میں پھیل گئی۔ اب کیا تھا ظلم و مصیبت کے طوفان بے تیزی کا۔ منہ اہل مکہ نے آپ

بھی آپ کے خلاف کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔
 ایک رات موسم حج میں آپ نے شرب کے چند تاجروں
 کے سامنے اسلام پیش کیا یہ تعداد میں چھ تھے۔ ان لوگوں
 نے اپنے ملک میں جا کر اپنے لوگوں میں یہ خبر پہنچائی
 کہ مکہ میں ایک نبی پیدا ہوا ہے۔ جو لوگوں کو خدا کی
 طرف بلاتا ہے۔ اور بتوں کی پرستش سے روکتا ہے
 دوسرے سال چھ اور شخص قبیلہ بنی اویس اور خزرج
 کے آئے اور آپ کے سامنے ان لوگوں نے یہ
 قول و قرار کئے۔ جو بیعت عقبہ کے نام سے مشہور ہے
 ہم خدا کو واحد جانیں گے۔ اور اوس کا کسی کو شریک
 نہ ٹھہرائیں گے۔ ہم چوری نہیں کریں گے اور نہ زنا نہ اور کسی
 برائی کے مرتکب ہوں گے۔ ہم اپنی اولادوں کو قتل نہ
 کریں گے۔ ہم غلبت اور جغلی سے پرہیز کریں گے اور اپنے
 پیغمبر کی ہر نیک کام میں اطاعت کریں گے اور ہمیشہ
 دیکھ و شکھ میں اوس کا ساتھ دینگے۔ اس بیعت کے بعد
 یہ لوگ شرب واپس چلے گئے۔ اور وہاں اسلام کی
 اشاعت شروع کی دوسرے سال موسم حج میں قریباً
 پچتر آدمی مکہ میں آپ کے پاس آئے۔ اور کچھ رات
 گزرے اسی خفیہ مقام کی پہاڑی پر آنحضرت اپنے چچا

مگر اس خوف سے کہ آپ کے قاتل اور اوسکے
قبیلہ سے بنی ہاشم آپ کے خون کا قصاص طلب کرنے کے
ایک شخص کا آپ کو قتل کرنا مصلحت سے بعید سمجھا گیا۔
لہذا ہر قبیلہ سے ایک ایک نوجوان منتخب کیا گیا۔ تاکہ ہر
ایک قبیلہ آپ کے قتل میں شریک ہو جائے۔ اور آئندہ
بنی ہاشم تمام قبیلوں کے خلاف مقابلہ کی ہمت نہ کر سکیں
اور اس کام کے لئے فوراً چند جوان تیار ہو گئے رات
کے وقت یہ سفاک جفاکار آپ کے مکان کے قریب آپ
کے قتل کے ارادے سے کھڑے ہو گئے۔ اب وہ وقت تھا
کہ آپ دشمنوں کے زعم میں ادن کی بغض و عداوت کا شکار
ہو چکے تھے۔ مگر خدا نے کریم کو ابھی آپ کے ذریعہ سے دینا
میں اپنی بہت سی قدرتوں کا ظاہر کرنا منظور تھا۔ آپ نے
دشمنوں کے منصوبوں کو بیکار کرنا مناسب سمجھا اور حضرت علی
کو اپنے بستر پر لٹا کر اپنی سبز چادر اوٹھیں اور ہاوی
اور آنحضرت بخیر و عافیت دشمنوں کے درمیان سے نکل کر
حضرت ابو بکر صدیق کے مکان پر پہنچے۔ اور ادن کے
ساتھ اپنے وطن سے ہجرت کر کے مدینہ کی طرف چلے
راستہ میں اس خوف سے کہ مبادا دشمن آپ کا لٹاؤ کریں
غار ثورین تین دن تک حفیہ قیام کیا۔ کون کھ سکتا ہے

پر اور آپ کے ساتھیوں پر برسا شروع کر دیا۔ اسلام
 کی سخت سے سخت مخالفت پر کچھ لوگ آمادہ ہو گئے۔
 قریش ثیرب کے قافلے میں گئے۔ اور اون لوگوں کو طلب
 کیا جنہوں نے رات کے وقت آنحضرت کے ساتھ
 عہد و پیمان کیا تھا۔ مگر یہاں بھی انہیں مایوسی ہوئی۔
 آنحضرت نے خیال کیا کہ مبادا کچھ گروہ مخالفین میرے
 اصحاب پر یکایک حملہ نہ کر دے آپ نے انہیں صلاح
 دی کہ خفیہ طور پر رفتہ رفتہ مکہ سے ثیرب کو چلے جائیں
 سنو خاندانوں کے قریب دو دو تین تین افراد آہستہ
 آہستہ مکہ سے ثیرب کو چلے گئے۔ اب قریشیوں نے
 اور بھی شور مچانا شروع کیا اور اس مخالفت کی آگ میں
 آپ تن تنہا حضرت علیؑ اور حضرت ابو بکرؓ رہ گئے۔
 قریش کو فک ہوئی کہ کہیں آپ بھی اپنے اصحاب کے
 مانند مکہ سے نہ نکل جائیں۔ اس اندیشہ سے ایک عام
 جلسہ دارالندوہ میں اہل مکہ نے منعقد کیا۔ جس میں ہر طبقہ
 اور ہر قسم کے لوگ جمع تھے۔ آنحضرت کے خلاف طرح
 طرح کے زردیوشن پیش کئے گئے مگر کوئی بات علی
 طور پر قرار نہیں پائی۔ جس الدوام۔ جلا وطنی وغیرہ پر
 طویل طویل بحث کی گئی۔ آخر آپ کے قتل پر لوگ متفق ہو گئے

آنر چند قلش آپ کو تلاش کرتے کرتے غار ٹور کے قریب
 تک جہان آپ پوشیدہ تھے پہنچ گئے اوس حالت
 میں حضرت ابو بکرؓ نہایت گہراے۔ مگر آنحضرتؐ نے فرمایا
 ”یہاں صرف ہم تم دونہیں بلکہ تیسرا بھی ہے۔ تم ہرگز نہ ڈرو
 خدا ہمارے ساتھ ہے۔“

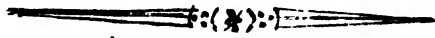


کہ باقی اسلام نے پھر تمام مشکلات صرف اسلئے برداشت
 کی ہونگی۔ کہ کوئی دنیاوی غرض آپ کے تیر نظر تھی۔ ہرگز
 نہیں۔ ہرگز نہیں۔ آپ خدا کی وحدانیت اور قوم کی اصلاح
 کے جوش کے نشہ میں مخمور تھے۔ آپ کا ایک میشن تھا اور ضرور
 تھا کہ اوس میشن کو تمام مصیبتیں جھیلتے ہوئے تمام آفتیں
 برداشت کرتے ہوئے آپ پورا کریں۔ بے شک آپ
 کے لئے آسان تھا کہ قریشیوں کے خیال فاصد کے شکار
 ہو کر تمام مصیبتوں اور وقتوں سے جو آپ کو زندگی میں پیش
 آئیں۔ ہمیشہ کے لئے آزاد ہو جاتے۔ مگر آپ نے خدا
 کے لئے اور قوم کے اصلاح کی خاطر روزانہ اپنی زندگی
 میں مصیبتیں سہنے اور تکلیف برداشت کرنے کو اوس ایک
 لحظہ کی قتل کی سختی اور تکلیف پر ترجیح دی۔ بالجمہ حب صبح کو
 قریش پر پیمہ راز فاش ہوا اور بجائے آنحضرت کے
 انہیں حضرت علیؑ مکان سے آتے ہوئے دکھائی دئے
 ان کی مایوسی اور ناامید ہی کی کوئی حد نہ تھی۔ انہوں
 نے نہایت برسہ و غضبناک ہو کر آپ کی تلاش میں
 مختلف طرف لوگ دوڑائے۔ اور آپ کے قتل یا
 گرفتاری کے صلہ میں بہت کچھ انعام مقرر کیا۔ تمام مکہ اور
 اوس کے اطراف و نواح میں آپ تلاش کئے گئے۔

اپنا بادشاہ بنانا چاہا تھا۔ غرض کہ اسلام کے
 لئے ہر طرف مخالفت ہی مخالفت پیش آتی تھی۔ یہ وہ وقت
 تھا کہ آنحضرت اپنی چھوٹی سی جماعت سے مخالفوں کا
 نلو اور سے مقابلہ کرتے یا باطل پرستی کے ماننے والوں
 کی طاقت کا شکار ہو جاتے۔ مگر ممکن نہ تھا کہ شرک اور
 بت پرستی کی طرف سے فتح کا نعرہ بلند ہوتا اور راستبازی
 عرب کی سرزمین سے فنا کر دی جاتی۔ کیا فطرت کبھی
 ٹوڑا کر سکتی تھی کہ حق باطل ہو جائے۔ اور ناراستی فتحیاب
 کیا یہ ممکن تھا کہ شرک و بت پرستی فتحیابی حاصل
 کرے اور راستبازی عرب کی زمین سے دور ہو۔ عرب
 اپنے بے شمار سامان جنگ و مال و دولت و غیرہ پر
 نازان تھے اور اون کو کامل یقین تھا کہ ہم ایک ہی
 جنگ میں مسلمانوں کا خاتمہ کر دیں گے۔ چنانچہ واقعہ
 بدر میں جب ابو جہل لشکر قریش کو لیکر آپ کے مقابلہ
 کے لئے چلا ہے تو اوس نے کامل یقین کے ساتھ یہ
 الفاظ کہے تھے۔ نقیم علیہ ثلاثاً فنحن الخیر، انهم اطعام و نسق الخمر تعرف
 علينا القیان و نسمع بنا العرب و ہمیدل جماً فلاد۔ اون یہاں بونا ابدا۔
 کہ آنحضرت کے لشکر کے قریب پہنچنے کے بعد ہم تین
 دن قیام کریں گے۔ اور اونٹ ڈنچ کریں گے اور کھانا

مدینہ

فی نیتہ من قریش قال قائلہم بطن مکہ لما اسلوا زولوا
زالوا ازان الکاس ولا کشف عند اللقاء ولا معازیل



اسلام کو اپنے شروع زمانہ میں جو خطرناک راستہ طے کرنا پڑا ہے اوس کا کچھ بیان گذر چکا۔ دشوار گزار گھاٹیان مخالفت کی آگ۔ عربوں کے ظلم کا طوفان اسلام کو نیست و نابود کرنیکی کوشش۔ قریش کی تمام تدبیریں ختم ہو گئیں مگر حق سب پر غالب رہا۔ نعرہ توحید سے دشت و جبل گونج اٹھے۔ اسلام اپنی تہوڑے سے حمایتیوں کو لیکر جب مدینہ آیا تو اسے اور سخت مشکلات درپیش ہوئیں۔ قریش کا غصہ اور بھی زیادہ بڑک گیا اور اب اونہوں نے اپنی ساری قوت اسلام کے مقابلے کے لئے صرف کر ڈالی۔ اور مسلمانوں کا ایک خفیہ دشمن ان کے درمیان پیدا ہو گیا یہ مدینہ کی وہ جماعت تھی جو بظاہر اپنے آپ کو مسلمان کہتی تھی اور باطن میں آپ کی دشمنی پر تلی ہوئی تھی۔ انہیں کو اصطلاح اسلام میں منافق کے لفظ سے پکارا گیا ہے اور ان کا سردار عبداللہ بن ابی منافق تھا جس کو اہل شریعت نے

ملکہ و مدنیہ میں آنحضرتؐ کے ساتھ بہت سے ضعیف
 مرد و عورتیں اور معصوم بچے تھے جو آپؐ پر ایمان لا کر آپؐ
 کے سچے جان فروش بن چکے تھے۔ وہ دشمنوں کے
 ظلم کا شکار ہونے کے لئے ہمہ تن تیار تھے کس انسانی
 قاعدہ کی رو سے آپؐ اون کو ایسی بیکیسی کی حالت میں
 چھوڑ سکتے تھے۔ آپؐ کیونکر گوارا کرتے کہ آپؐ کی یہ
 مختصر جماعت جو خدا کی وحدانیت کا اقرار کر چکی تھی سطح
 زمین سے نیست و نابود کر دی جاتی۔ چنانچہ آیت قرآنی
 اس بات پر شاہد ہے کہ جہاد بغرض حمایت اسلام ہے
 وما لکم الا تقا تلون فی سبیل اللہ وللمستضعفین من الرجال والنساء
 والولدان الذین یقولون ربنا اخرنا من ہذا القریۃ الظالمہا لہا وجعل
 لنا من لذلک دلیلا وجعل لنا من لذلک نصرا اور تم کو کیا خوف ہے کہ تم اللہ
 کی راہ میں اور اون کے لئے نہ لڑو جو مرد اور عورتیں
 مغلوب ہیں اور کہتے ہیں کہ اے رب ہمارے ہم کو
 اس بستی سے نکال کہ یہاں کے ساکن ظالم ہیں اور
 پیدا کر ہمارے واسطے اپنے پاس سے کوئی مددگار
 آنحضرتؐ کی وہ دعا جو آپؐ نے بدر کے موقع پر مانگی
 تھی کہ ۞ اللہم ان تقطع ہذا العصا بۃ الیوم لا تقبض
 اے بارخدا یا اگر تو آج اس قوم کو ہلاک کر دیگا۔ تو تیری

کہا کینگے اور شراب پینکے۔ اور ہماری لونڈیاں گیت گائیں گی۔ اور عرب ہمارا چلنا اور جمع ہونا سنیں گے۔ اور ہمیشہ ہم سے ڈرتے رہیں گے۔

غرض کہ اسلام کو اپنی مذہبی حمایت کی ضرورت سے متحد لڑائیوں کے دشمنوں سے لڑنی پڑیں ہم ان لڑائیوں کی وجہ سے بانی اسلام کی ذات کو کسی طرح قابل اعتراض نہیں ثابت کر سکتے کیا یہ دنیا کا قاعدہ نہیں ہے کہ اگر ایک شخص کسیکو مار ڈالتا ہے تو اسکا انصاف کیا جاتا ہے عدالت اسکی سزا تجویز کرتی ہے مگر اگر دوسرا شخص جو میدان جنگ میں سیکڑوں کا خون بہا کر آتا ہے اسکے لئے انعام مقرر کئے جاتے ہیں اور بہادری کا خطاب پاتا ہے اور یہ اسوجہ سے کہ محض اہل الذکر کا فعل خود غرضی اور ذاتی منفعت پر منحصر سمجھا جاتا ہے اور آخر الذکر اپنے ملک اور اپنے وطن کے غریب اور کمزور باشندوں اور بچوں اور عورتوں کی حمایت اور ملک کی آئندہ بہبودی و آزادی باقی رکھنے کے لئے اپنی زندگی کی پروا نہیں کرتا۔ وہ اپنے ذاتی نفع کو نہیں سوچتا وہ بے خطر دشمنوں کے حلقے میں گھس جاتا ہے۔ اور اپنی جان خطرے میں ڈال کر سیکڑوں کو مارتا ہے۔ اور آخر کار بہادری کا تمغہ حاصل کرتا ہے۔ یا اپنی جان اور خون کے لئے کھو بیٹھتا ہے

الحاصل اس قسم کی بیشمار آیتیں قرآن شریف میں پائی جاتی ہیں۔ جن سے یہ امر صریحاً واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے دین کے اشاعت کی ضرورت سے شمشیر جلانا تو دور کنار اون پر کسی قسم کا دباؤ کرنے تک کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ لوگوں کی مرضی پر چھوڑ دیا۔ سورہ ق میں مسطور ہے ومانت علیہم بجارۃ فذکر بالقران من ینحاف وعید۔ تو اون پر جبار نہیں ہے (یعنی مشرکین پر) تو اون لوگوں کو جو میرے وعدہ عذاب سے ڈرتے ہیں۔ قرآن کیسا تھ و غلط کرتا ہے۔ اور سورہ غاشیہ میں ہے۔ فذکر انما انت مذکر است علیہم بمصیطرۃ تو نصیحت کرتیرا کام نصیحت کرنا ہے اور تو اون پر داروغہ نہیں ہے۔ اس قسم کی بیشمار آیتیں قرآن مجید میں پائی جاتی ہیں۔ جن میں بانی اسلام نے صرف ماصح اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور اس کے تسلیم کیلئے انسانی قوت سے کسی طرح کام نہیں لیا۔ افسوس ان سب باتوں کے ساتھ میرے مسیحی بھائیوں کا اسلام پر بھدا اعتراض لگانا کہ اسلام جبر و شدت سے پھیلا یا گیا ہے۔ کس قدر افسوسناک ہے۔

قرآن شریف سے یہ امر بخوبی واضح ہے کہ جہاں کہیں اسلام نے تلوار اٹھانے کی اجازت دی ہے۔ وہ محض

پرستش کرنے والا کون ہو گا۔ صاف صاف الفاظ میں
 لپکار کر ظاہر کر رہی ہے کہ آپ نے صرف اوس چھوٹی سی
 جماعت کی حمایت میں تلوار کھینچی تھی جو خداے واحد کے
 ماننے والی تھی اور جن کو برباد کرنے کے لئے عرب کی
 ساری قوین ایک طرف امانہ تھی۔ قرآن شریف کی
 بے شمار آیتوں سے یہ امر بخوبی ظاہر ہے کہ اسلام نے
 مذہبی امور کی اشاعت کیلئے تلوار چلانے کی ہرگز اجازت
 نہیں دی۔ دین کے بارے میں قرآن کا صریح حکم ہے۔
 لَا اكْرَاهُ فِي الدِّينِ شَاءَ اتَّخَذَ الْاِلٰهَ رَبًّا سُبْحَانَ دِينِ
 كَ الَّذِي رَاہِ اَخْتِيَارَ كَرَّ لَ قُلُ الْحَقِّ مَن رَّبِّكُم مِّنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَن شَاءَ فَلْيُكْفِرْ
 لَ بَنِي كَمَدُوكُم مَّہَارَے رَّبِّ كَيْطَرَفَے رَاہِ حَقِّے
 پھر جو چاہے ایمان لاوے اور جو چاہے انکار کرے۔
 ناظرین اس سے بڑھ کر اور صریح ثبوت اس امر کا کیا ہو سکتا
 ہے کہ اسلام نے ہرگز اپنی اشاعت کے لئے تلوار
 اوٹھانی کی اجازت نہیں دی۔ اسی کے مثل دوسرا حکم
 سورہ زمر میں آیا ہے قُلِ اللّٰهُ اَعْبُدْ مُخْلِصًا لَّہٗ دِیْنِیْ فَاَعْبُدْ وَاَمَّا
 شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِہَا لَ بَنِي كَمَدُوكُم مِّنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَن شَاءَ فَلْيُكْفِرْ
 عبادت کرتا ہوں۔ تم اوس کے سوا جسکی چاہے بندگی کرو

دینے کی اگر ضرورت ہو تو اپنی جان عزیز تک قربان کر دے
اور بنی نوع انسان کے لئے خدا کی سب سے بڑی شریعت
یہی ہے۔

کفار عرب آنحضرت کی چھوٹی سی جماعت کو بلا قصور بلا وجہ
دنیا سے مٹانے کے لئے تیار تھے۔ ان کا قصور تھا تو وہ
یہی تھا کہ وہ خدا کی وحدانیت کا اقرار کرتے تھے۔ عرب
کی جاہلانہ مراسم پر لات مار چکے تھے۔ اپنے عزیز واقارب
اور گھروں سے لٹکائے ہوئے تھے۔ چنانچہ سورہ حج کی
مندرجہ ذیل آیت اس پر شاہد ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ
أُولَئِكَ الَّذِينَ يُفَاتِلُونَ بَأْسَهُمْ ظُلُمَاطٌ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ لَضْرِهِمْ لَقَدِيرٌ
إِنَّ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ لَيَعْبَرْنَ حَتَّىٰ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبَّنَا اللَّهُ مَا وَلَدَافِعُ
اللَّهُ النَّاسُ لَبِئْسَ لِبَعْضٍ لَهُمْ تَحَدُّثٌ صَوَامِعَ دَبِيعٍ وَصَلَوَاتٍ وَسُجُودٍ كَرِهَ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ
كَيْتَافًا وَلَيَنْصَرَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصَرُّ طَائِفًا لِقَوْلِ رَسُولٍ عَزِيزٍ ۝

ضرور اللہ تعالیٰ دشمنوں کو ایمان والوں سے دفع کر دیگا
اللہ تعالیٰ کو کوئی دغا باز ناشکر پسند نہیں۔ اون کو حکم ہوا
جن سے لوگ لڑتے ہیں۔ اس واسطے کہ اون پر ظلم ہوا ہے
اور اللہ اون کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ جن کو اون
کے گھروں سے نکالا اور اون کو کچھ دعویٰ نہیں اسکے سوا

مدافعت اعدا کی غرض سے ہے قرآن کی کسی آیت سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اسلام نے اسیلئے تلوار چلانے کی اجازت دی ہو کہ کفار زبردستی مسلمان کئے جائیں۔ بلکہ یہ وہ غرض تھی جسکے لئے جنگ ۱۹۱۴ء میں برطانیہ اور جسکے بعد امریکہ کی مسیحی سلطنتوں نے جرمنی کے خلاف تلوار کھینچی اور اوس کو فتح کر کے راستبازی اور آزادی کی جیت جبر و شدت پر ثابت کر کے دنیا کو دکھلا دیا۔ دنیا میں وہ کونسا انصاف پسند شخص ہے جو انگلستان کو تعریف و تحسین کی لگا ہون سے نہیں دیکھتا کیونکہ اوس نے غریب بلجیم کی حمایت کے لئے اپنے آپ کو قربان کر دینے پر آمادہ کر دیا۔ وہ کون ہے جو وحشیانہ مسئلہ بقائے اقوامی کو بغوث ثابت ہوتا ہوا دیکھ کر اعلیٰ ہستی کی اعلیٰ طاقت اور اوسکی وہ شریعت جو نوح آدم کے لئے اوسنے مقرر لی ہے اوس طاقت کو تسلیم نہیں کرتا۔ بقائے اقوامی کا مسئلہ جنگلی جانور اور درندوں کے لئے ٹھیک ہے مگر انسان اشرف المخلوقات کے لئے اور ہی شریعت ہے۔ وہ کمزوروں کی حمایت میں اپنی جان تک کو دینے نہیں کرتا ہے انسانی زندگی کا اصلی منشاء یہ ہے کہ اوروں کی خاطر جیسے کمزوروں کی حمایت ضعیفوں کی مدد و بتوں کو سہارا

جماعت قلیل تھی تاہم ان کا ہر ایک سپاہی وفادار اور
 سچا جان نثار رہتا۔ اسلام نے ان کے قلب کو بالکل میل
 دیا تھا وہ اسلام کی خاطر اپنے رسول پر جان و مال سب
 قربان کرنے کو تیار تھے۔ لڑائی سے پیشتر آپ نے
 مہاجرین و انصار سے مشورہ کیا کہ اون کی کیا رائے ہے
 مہاجرین کی طرف سے حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ حضرت
 مقدادؓ بن عمروؓ ہر ایک نے کھڑے ہو کر جواب دیا کہ آپ جہان
 جابین ہم سب آپ کے ساتھ جانے کو تیار ہیں۔ اور آپ
 کی خاطر جانیں قربان کرنے کے لئے کامل طور پر مستعد
 ہیں۔ حضرت مقدادؓ نے جواب میں کہا یا رسول اللہ امض
 لہما اراک اللہ ففحن صلی اللہ علیہ وسلم لکما قول لک کما قالت بنو اسرائیل لموسیٰ
 اذهب انت وربک فقاتلا انا معکما مقاتلون۔ یا رسول اللہ آپ
 چلیں ہم آپ کے ساتھ ہیں اور خدا کی قسم ہم وہ نہ کہیں گے
 جیسا کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے کہا تھا کہ تو جا
 اور تیرا رب تیرے ساتھ ہے۔ اور لڑہم یہاں بیٹھے ہیں
 بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ چلیں اور آپ کا رب آپ کا
 مددگار ہے اور ہم آپ کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے
 مگر آپ کو خوف تھا کہ اس بے سرو سامانی کے حالت میں
 شاید انصار آپ کا ساتھ نہ دیں یا شاید وہ یہ خیال کریں

کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے۔ اور اگر اللہ ایک کو دوسرے سے نہ ہٹاتا تو خالق، مین اور مدر سے اور عبادت خانے اور مسجدیں جن میں خدا کا نام لیا جاتا ہے ڈھائے جاتے اور اللہ ضرور مدد کرے گا اور سکی جو مدد کرے گا۔ خدا کے حکم کی بیشک اللہ زبردست اور زور والا ہے۔ اور سورہ توبہ کی اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ ابتدا کفار قریش سے تھی۔ اَلَا تَقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْا اٰیْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاُخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ يَدْعُوْكُمْ اَدْلَٰ اَمْرًا اَخْشَوْهُمْ جَا لَلّٰہِ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْہُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝

تم کیوں نہ لڑو ایسے لوگوں سے کہ جو توڑتے ہیں اپنی قسمیں اور اس فکر میں رہتے ہیں کہ رسول کو نکال دیں اور پہلی چھیڑ انہوں نے ہی تم سے کی کیا تم ان سے ڈرتے ہو۔ تم کو صرف اللہ کا ڈر چاہئے۔ اگر تم زیادہ ایمان رکھتے ہو غرض کہ وہ وقت آگیا تھا کہ آنحضرتؐ دشمنوں کا مقابلہ کر رہے تھے سب سے پہلی بڑھی اور مشہور لڑائی بدر کی ہے۔ جس میں اہل قریش ایک لشکر جبرائیلؑ آنحضرتؐ کے خلاف نکلے آپ اپنے صحابہ کے ساتھ جنگی تعداد صرف ۱۰۰ تھی اور جو دشمنوں کے لشکر کا حصہ تھا چشمہ بدر کے قریب مقابلہ کے لئے خیمہ زن ہوئے۔ اگرچہ مسلمانوں کی

و شمنون سے ملین گے۔ شاید کہ اللہ بھارے ذریعہ سے
 آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کرے۔ پس اے خدا کے رسول
 خدا کی برکت کے ساتھ آپ چلین، اوس وقت آنحضرتؐ
 اپنے صحابہ کے استقلال اور وعدہ جان نثاری سے نہایت
 خوش ہوئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب آنحضرتؐ نے
 کفار کے لشکر جرار پر نظر کی تو آپ نے یہ الفاظ کہے۔

اللہم ہذہ قریش قد اقبلت بنجلا ثھا دفخرھا اتحادک وتکذب رسولک
 ففصلک الذی وعدتہ اللہم حمھم الذی اءا۔ اے اللہ یہ قریش
 کا گروہ ہے۔ جو اپنے لشکروں کے ساتھ اسلئے آیا ہے
 کہ تیرا مقابلہ کریں۔ اور تیرے رسول کو جھٹلائیں تو میری
 مدد کر۔ جیسا کہ تو نے وعدہ کیا ہے۔ اے اللہ کل یہ
 دن ان کو غمگین کر۔ یہ الفاظ کیسے بکیسی کے حالت میں آپ
 کے دہن مبارک سے نکل رہے تھے۔ کیا یہ کلام اس
 امر پر شاہد نہیں ہے۔ کہ زیادتی قریش کی طرف سے تھی پھر
 آنحضرتؐ نے خود اپنے دست مبارک سے صفوں کو باہم
 ترتیب دیا۔ اور ابن ہشام بیان کرتا ہے کہ ایک شخص آنحضرتؐ
 کے صحابہ میں سے تھے جن کا نام سواد تھا اپنی صفت
 سے کچھ آگے کو نکلا ہوا تھا آنحضرتؐ نے اس کے
 پیٹ کو نوکدار چھڑی سے چھو کر کہا استودا یا سواد

کہ حضرت جب تک مدینہ کے اندر رہیں بیعت عقبہ کے
 رو سے ہم پر آپ کی حفاظت لازم ہے۔ اور شہر سے
 نکل کر آپ کے ساتھ لڑنا ضروری نہیں۔ اسلئے آپ نے
 مکر مشورہ طلب کیا اور آپ کا اشارہ انصار کی طرف تھا
 پس حضرت سعد بن معاذ کھڑے ہوئے اور انصار کی طرف
 سے یوں گویا ہوئے۔ یا رسول اللہ! اماناً بک و صدقاً و
 شہداً نا ان بما جئت به و الحق و اعطینا ک علی ذلک عھوداً و موثیقاً
 علی السہم و الطاعة فامض یا رسول اللہ! ما اردت فنحن معک فوالذی یبذل
 بالحق و استعصمت بنا ہذا البھر فنحفظہ لخصناہ معک ما تخلف منا رجل
 واحد و ما نکرہ ان تلتفی بنا عندنا عندنا البصر فی الحرب صدق فی اللہ لعل
 اللہ یریک منا ما تقر بہ عنیک فسنیأ علی ہرکتہ اللہ۔

یا رسول اللہ! ہم آپ پر ایمان لائیں ہیں اور آپ کی تصدیق
 کی ہے اور ہم نے گواہی دی ہے اور جو کچھ آپ کے پاس
 حق کی طرف سے آیا اس پر ہم نے آپ کے ساتھ بسر و چشم
 عہد و پیمان کیا ہے۔ پس اے رسول اللہ! آپ چلیں اور
 ہم میں سے ہر ایک آپ کے ساتھ ہے اور جو کچھ آپ
 لائے ہیں وہ حق ہے۔ تحقیق کہ اگر آپ ہمارے سامنے
 سمندر پیش کریں ہم اوس میں آپ کے ساتھ گھس جائیں گے
 اور ہم میں سے کوئی شخص پیچھے نہ رہے گا۔ اور کل ہر

کہ آپ حق پر ہیں۔ آپ نے دعا کے بعد حضرت
 ابو بکرؓ کو خوش خبری سنائی۔ انبش یا ابابکر اتاکوا ضرا للہ
 اے ابو بکرؓ خوش ہو کہ خدا کی مدد اگئی اور آپ نے میدان
 جنگ میں آکر یوں فرمایا۔ والذی نفسی محمد بیدہ لا یقاتلہم
 الیوم رجل فیقتل صابرا محتسبا مقبلا علیہ من ذب الہ ادخلہ اللہ الجنۃ
 یعنی اوس فات کی قسم ہے کہ جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان
 ہے کہ آج کے روز جو شخص جم کر لڑے گا۔ اور آگے بڑھتا
 رہے گا۔ اور پیچھے نہ ہٹے گا۔ یہاں تک کہ قتل ہو جاوے وہ داخل
 جنت ہو گا۔ اوس وقت عمیر بن حمام چھوڑے کہ مارے تے
 پس فوراً اون کو پہنیکہ یا کہ کیا ہمارے اور جنت کے درمیان
 بھی حجاب ہے کہ میں مارا جاؤں۔ اور تلوار لیکر لشکر قریش میں گھس
 گئے یہاں تک کہ شہید ہوئے۔ حضرت عوف بن حرث
 نے آنحضرتؐ سے دریافت کیا ما یفعل الرب من عبادہ
 اے رسول اللہؐ بے کی کون سی چیز خدا کو خوش کرتی ہے
 آپ نے فرمایا کہ دشمنوں کے درمیان لڑتے ہوئے گھس جانا
 ایس فوراً اپنے اپنے دونوں زمرہوں کو جو پہنچے تے اوتار
 پہنیکہ اور تلوار ہاتھ میں لیکر لشکر قریش میں بے خوف گھسے
 اور سخت مقابلہ کے بعد شہید ہو گئے۔
 ابن ہشام معاذ بن عمرو کے متعلق رقمطراز ہے کہ لڑائی میں

اے سواد صفت مین برابر ہو جائے سواد نے کہا۔

یا رسول اللہ جنتی وقد بعتك الله والعدل فاقذنی۔

اے اللہ کے رسول آپ نے مجھ کو مارا ہے۔ اور دراصل
آپ حق اور انصاف کے لئے آئے ہیں مجھ کو آپ اس کی
بدلہ دیجئے۔ آپ نے فوراً اپنا کرتہ اتارا اور کہا۔ استقد
مین حاضر ہوں تو اپنا بدلہ لے لے۔ سواد آگے بڑھا اور
اوس نے گردن خم کر کے آپ کے جسم شریف کو بوسہ دیا
آپ نے فرمایا ما حملك على هذا یا سواد لے سواد
تجھے کس امر نے اس حالت پر آمادہ کیا۔ سواد نے عرض
کیا یا رسول اللہ مین نے خیال کیا کہ میرا آخری وقت
پہنچا ہے۔ مین اپنی آرزو پوری کروں۔ کہ کسی طرح میرے
لب آپ کے جسم مبارک سے مس ہو جائیں۔ اور اس عرض
سے مین نے یہ حیلہ کیا۔ آپ نے سواد کو دعا دی۔ یہ ہے
اپنے رسول کے سچے جان نثار آپ شکر کو ترتیب دیکر
عریش مین واپس گئے اور درگاہ جناب قاضی الحاجات
مین دعا مانگنی شروع کی۔ اللهم ان تھلك هذه العصاة
اليوم ولا تعبد۔ اے اللہ اگر تو ہلاک کر دے گا۔
اس قوم کو کج تو تیرا بوجھنے والا کون رہے گا۔ آپ کو
اپنی دعا کے قبولیت کا کامل یقین تھا۔ اور آپ واقف تھے

ہلاک کر۔ اور اسکی سیمہ دعا اوسی کے حق میں پوری ہوئی۔
 مسلمانوں نے ایک فتح عظیم حاصل کی اور ابو جہل مع دیگر
 سرداران قریش کے مارا گیا۔ اس جنگ میں قریش کے
 بڑے بڑے سردار و رؤسا قتل ہوئے جن کا ذکر حسان ابن ثابت
 نے اپنے ایک قصیدہ میں یوں تحریر کیا ہے۔

فنادرنا ابا جہل صریحا وعتبة قد ترکنا بالحبوب
 وثیبة قد ترکنا فی الجال ذوی حسب اذا السنو حیب

جنگ ختم ہونے کے بعد آنحضرت نے حکم دیا کہ لاشوں کو
 ایک خندق میں ڈال دیا جائے۔ بالاخر جب قریش کے
 سرداروں کی لاشوں کو کہنچ کر ہر ایک کو گڑھوں میں پھینک
 رہے تھے اوس وقت آنحضرت ان کے قریب ٹھہرے
 ہو گئے اور لاشوں کو مخا طب کر کے کہا۔ یا اهل القلبیہ هل
 وجدتم ما وعدکم ربکم حقا فانی قد وجدت ما وعدنی ربی حقا۔

اے اہل قلب کیا تم نے اپنے رب کا وعدہ سچ پایا ہے
 تو ضرور اپنے رب کا وعدہ حق پایا اور اپنے رب سے آمینرافظ
 میں اپنے اندرونی درد کا اظہار یوں فرمایا۔ یا اهل القلبیہ انیس
 عشیرۃ النبی کنتم لنبیکم کذبتونی وصدقتی الناس اخیمتونی وادانی الناس قاتلتونی و
 نصرتی الناس افسوس تم اپنے نبی کے لئے جیسے گروہ
 میں سے تھے کہ تم نے مجھے جھٹلایا اور غیروں نے میری

آپ کا ایک ہاتھ کٹ کر صرف کہاں کے سہارے لٹکتا رہ گیا تھا۔ مگر وہ اس حالت میں بھی دشمنوں کا مقابلہ بہادری کے ساتھ دست بدست کرتے رہے۔ اور وہ اس ہاتھ کو اپنے کندھے پر ڈال بیٹھے مگر جب اوسکی وجہ سے آپ کو زیادہ تکلیف ہونے لگی تو اوس ہاتھ کو پیر سے دبا کر توڑ ڈالا اور دوسرے ہاتھ سے کمینچکر ہینک دیا۔ اور اس کے بعد معاذ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت تک زندہ رہے۔ یہ تھی بہادری اور جان نثاری بانی اسلام کے پیروں کی۔ وہ کون سی قوت آپ کے اندر تھی وہ کون سا مقناطیسی اثر آپ کے اندر موجود تھا کہ جس نے لوگوں کو آپ کا اس قدر گرویدہ کر رکھا تھا آپ کے ساتھ ایسے لوگوں کی جماعت تھی کہ جن میں سے بہتوں نے آپ کی خاطر اپنا گھر۔ مال اور خوشی اقارب سب کو ترک کر دیا تھا۔ اور جب آپ نے انکو اپنی زندگی کی قربانی پیش کرنے کے لئے بلایا فوراً بخوشی خاطر ان میں سے ہر ایک تیار ہو گیا۔

دوسری طرف لشکر قریش میں ابو جہل بھی دعائمانگ رہا تھا
 اللَّهُمَّ قَطِّعْنَا الرَّحِمَ وَأَيُّهَا بِلَا يَعْرِفُ فَاذْهَبْ غَلَاةَ يَعْنِي اے اللہ جسے
 ہمارے درمیان قطع رحم کیا اور وہ ایسی شے لایا کہ ہر
 اوس کو نہیں پہچانتے (مراد اسلام) توکل کے روز اُسے

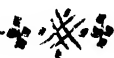
کیونکہ زمین روتی تو اوس نے جواب دیا کہ میں نہیں
 روؤں گی جب تک تم محمدؐ اور اوس کے ساتھیوں کے ساتھ
 جنگ کرنے کے لئے نہ لکھو۔ اگر آئسو میرے سپہ سے
 غم کو دہو سکتے۔ تو میں بھی روتی۔ مگر بندہ کے درد و غم کو
 کوئی رونا دیر نہیں کر سکتا۔ اب کفار قریش آنحضرتؐ کے
 اور بھی سخت دشمن ہو گئے۔ اور اسلام کے برباد کرنے کیلئے
 ہر طرح کی نازیبا حرکات کرنے لگے یہودیوں کو آپ کے خلاف اکسانا
 شروع کیا اور راتوں کو آکر چہا پامارنے لگے۔ جب انہیں
 موقع ملتا تو غریب کسان اور چرواہوں کو قتل کر کے مویشی
 وغیرہ لوٹ لیجاتے۔ لہذا مسلمانوں کو اب ہمیشہ چوکنا
 رہنا پڑتا۔ جب کہی وہ سنتے کہ دشمن کسی مقام پر جمع ہو رہے
 ہیں فوراً مسلمانوں کی ایک جماعت روانہ ہوتی تاکہ جملہ
 سے پیشتر اون کو تتر بتر کر دے۔ اس وقت مکہ کا مکناڈر چیف
 ابوسفیان تھا۔ جب بدر کے قیدی رہا ہو کر آگئے تو ابوسفیان
 اپنی قسم پورا کرنے کے لئے ایک رات دو سو آدمیوں کو
 ہمراہ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا اور یہودی کی ایک آبادی
 میں پہونچا۔ قبیلہ بنی نضیر کے ایک سردار سلام بن مشکم نے
 اوس عہد کے خلاف جو آنحضرتؐ نے مدینہ پہونچنے کے بعد
 یہودیوں سے کیا تھا۔ ابوسفیان اور اوس کے ساتھیوں کو

تصدیق کی تم نے مجھے لکالا اور غیروں نے مجھے حکم دی
تم نے مجھ سے جنگ کی اور غیروں نے میری مدد کی۔
مکہ میں قریش کو کامل یقین تھا کہ اون کی فوج مسلمانوں
پر صرف فتح ہی نہیں پائے گی بلکہ پورے طور پر اون کو
نست و نابود کرنے کی کوشش میں کامیاب ہو کر واپس
آئیگی جب اون کی فوج کی تباہی کی خبر شہر میں پہونچی اون کو
سخت صدمہ ہوا اور ان کی زبانیں بند ہو گئیں۔ اور مکہ کے
ریس البوسفیان نے کہا کہ تم اپنے مردوں کے لئے ماتم
مت کرو اور نہ اون کی موت پر واویلا اور نہ کوئی شاعر اون
کی ہلاکت کا مرثیہ پڑھے تاکہ ایسا نہ ہو کہ دل کی بھڑاس
نکل جائے اور ہمتا ر غصہ ٹھنڈا ہو جائے اور میں قسم کھاتا
ہوں کہ میں اپنی بی بی کے قریب نہ جاؤں گا اور نہ سر پر
تیل لگاؤں گا۔ جنتک محمد کے ساتھ جا کر دوبارہ جنگ نہ
کروں۔ ایک مہینہ تک مکہ میں بد رس کے واقعات پر کوئی نہیں
رویہ۔ مگر آخر قریش اپنے غم کو ضبط نہیں کر سکے اور جب انہوں
نے رونا شروع کیا اوس وقت مکہ میں کوئی گھر ماتم سے
خالی نہیں تھا۔ تمام خاندانوں میں کھرم مچ رہا تھا مگر ایک گھر
خاموش تھا اور وہ ہندہ کا گھر تھا۔ جب لوگوں نے دریافت
کیا کہ تو اپنے باپ عتبہ اپنے چچا اور اپنے بہائی کے لئے

غزوات اور فتح مبین

جب ابوسفیان نے دیکھا کہ چھوٹی چھوٹی ٹھہمون سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ اور مسلمان مقابلہ کے لئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ اس وقت جنگ بدر کے ایک سال بعد اس نے بڑی تیاری شروع کی عرب کے مختلف اطراف و جوانب میں قاصد بھیجے گئے اور انہیں اکسایا گیا کہ وہ سب آنے والے حملے میں شریک ہوں۔ غرض تین ہزار آدمیوں کا لشکر ابوسفیان کی ماتحتی میں مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ جن میں سات سو زره پوش اور دو سو سوار تھے۔ ان کے ہمراہ قریش کی عورتیں بھی تھیں۔ جن میں سب سے زیادہ جوشیلی ہندہ ابوسفیان کی بی بی تھی۔ یہ عورتیں لڑائی کے گیت گاکر سپاہیوں میں جوش پیدا کرتی تھیں۔ اس کے علاوہ ان کے لائے کی بھہ بھی غرض مٹی کہ جب کوئی سپاہی مقابلہ سے پیٹھ پھیر کر بھاگے تو یہ اون کو لعنت و ملامت کر کے لڑنے کے لئے واپس بھیجیں۔ قریش کے ساتھ مدینہ کی بھی ایک جماعت تھی جس کا سردار ابو عامر راہب تھا۔

عبداللہ ابن ابی تھا جس کو اہل شیر نے آنحضرتؐ کی
تشریف آوری سے پیشتر اپنا بادشاہ منتخب کرنا چاہ تھا۔
مگر اسلام کے داخل ہونے کی وجہ سے وہ بادشاہ بننے بننے
پر گیا۔ اس وجہ سے طبعاً اس کو آنحضرتؐ سے عداوت
تھی اسکے ساتھ منافقین کی ایک ایسی خاصی جماعت تھی
جنہوں نے بظاہر اسلام کو قبول کر لیا تھا مگر دل میں مسلمانوں
کے سخت دشمن تھے۔ غرض کہ مدینہ میں ہی آنحضرتؐ کو
سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مکہ میں تو صرف قوم
قریش ہی آپؐ کی دشمن تھی۔ اور اس جگہ بنی ہاشم کا
قبیلہ آپؐ کا حامی بھی تھا۔ مگر مدینہ میں آکر جو ایک اجنبی شہر
تھا یہاں آپؐ کو مختلف زبردست قوموں سے مقابلہ کرنا
پڑا۔



تو یہ ان پر حملہ کریں۔ دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوتے ہی پہلے قریش میں سے طلحہ ابن عبد الغزی جنب اٹھائے ہوئے نکلا۔ اور مسلمانوں کو للکار کر مقابلہ کے لئے بلایا۔ شکر اسلام سے حضرت علیؓ نکلے اور فوراً ایک ہی وار میں اوس کا کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد مقتول کا بہائی عثمان آگے بڑھا اور مردہ بہائی کے پاس سے جھنڈا اٹھا کر میدان میں للکارا۔ اس کے مقابل میں حضرت حمزہؓ نکلے اور تھوڑی دیر میں عثمان کو مار کر گرا دیا۔ اسی طرح طلحہ کے تین بیٹے یکے بعد دیگرے میدان میں آئے اور باری باری سے قتل ہوتے گئے۔ جب قریش نے اپنے علم برداروں کو یکے بعد دیگرے اس طرح قتل ہوتے دیکھا ان پر دہشت چھا گئی۔ اور اب گھسان کی جنگ شروع ہوئی۔ مگر مسلمان ایسی بہادری اور جان فشانی سے لڑے کہ قریش کے پاؤں اکٹڑ گئے۔ اور ان کے سواروں نے کئی بار مسلمانوں پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر عبداللہ بن جبیر کے دستہ نے ایسا تیرون کا مینہ برسایا کہ ان کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ جب ابو دجانہ جن کو انحضرتؐ نے اپنی تلوار دی تھی اپنے سر پر سرخ رومال باندھے

جب یہ فوج مدینہ کی طرف بڑھی تو غیر مسلم قوموں میں نہایت
جوش پیدا ہو گیا۔ اور ہر ایک اس اُمید پر نہایت خوش
ہو رہا تھا کہ اب لشکرِ قریش مسلمانوں اور ان کے مددگاروں
کا خاتمہ کر کے واپس جائے گا۔ یہ فوج مدینے پہنچ کر مدینہ
سے دو یا تین میل کے فاصلہ پر اُحد کے پہاڑ کے مقابل
میں خیمہ زن ہوئی۔ آنحضرت ایک ہزار کی جمعیت کے
ساتھ مقابلہ کے لئے نکلے۔ عبد اللہ بن ابی منافقون
کا سردار اپنے تین سو آدمی لیکر الگ ہو گیا۔ اور قریش
سے مل گیا۔ اب مسلمانوں کی تعداد صرف سات سو
رہی جن میں صرف دو گھوڑے تھے۔ باقی سات سو
آدمیوں کی جماعت اور بڑھتی گئی۔ آپ نے اپنے
لشکر کے ساتھ رات کوہِ اُحد کے دامن میں کائی
صبح ہوئے ہی نمازِ فجر ادا کی اور دشمن کا مقابلہ کرنے کی
لئے میدان میں نکلے آنحضرت نے خود اپنے لشکر
کو ترتیب دیا۔ عقبِ فوج پر تیر اندازوں کے ایک دستہ
کو عبد اللہ بن جبیر کے ماتحتی میں کھڑا کر دیا۔ اور انہیں
تاکید کر دی کہ وہ کسی حالت میں وہاں سے نہ ہلین
یہ تیر اندازوں کا دستہ ایک ٹیلے پر لشکر کے پیچھے تھا
تاکہ دشمن اگر کسی اور طرف سے لشکر پر حملہ کرنا چاہیں

سے حملہ کر دیا۔ عبداللہ بن جبیر مع اپنے چند ساتھیوں کے شہید ہو گئے۔ قریش کی باقیماندہ بہاگتی ہوئی فوج بھی اُن کو دیکھ کر واپس لوٹی۔ اب اس کثیر التعداد فوج نے مسلمانوں کو نزعہ بین لے لیا مسلمانوں کی چھوٹی سی فوج آگے پیچھے دوہون طرف سے گھر گئی اس گھمسان میں حضرت حمزہؓ اور بہت سے نامور مسلمان شہید ہوئے اور دشمنوں نے مل کر خاص آنحضرتؐ کو اپنا نشانہ بنا لیا اور سب آپ پر امنڈ آئے۔ آپ کے اصحاب جو آپ کے قریب کھڑے تھے نہایت جوان مردمی کے ساتھ آپ کو دشمنوں کے حملہ سے بچانے کی جان توڑ کوشش کرنے لگے۔ طلحہ ابن عبداللہؓ نے فوراً اپنا بازو آنحضرت کے چہرہ کے سامنے کر دیا۔ اور برابر حملوں سے بچانے لگے اور اس بازو پر اس قدر زخم لگے کہ وہ ہمیشہ کے لئے شل ہو گیا۔ ابو دجانہؓ نے اپنے وجود کو آنحضرت اور دشمنوں کے درمیان حائل کر دیا۔ اور جو آرا آنحضرت پر کیا جاتا تھا وہ اپنے جسم پر جمیلے رہے۔ دشمنوں نے آنحضرت پر تیر تلوار پتھروں کا مینہ برسانا شروع کیا۔ آپ کا نیچے کا ہونٹ زخمی ہو گیا۔ اور آپ کا دندان مبارک

ہوئے صفوں کو چیرتا ہوا دشمنوں میں گھستا تھا صفین
 کی صفین درہم و برہم ہو جاتی تھیں۔ حضرت علیؑ
 اپنے سر پر ایک لٹبا سفید عمامہ بطور نشان کے باندھے
 ہوئے تھے۔ اور حضرت حمزہؓ جن کے سر پر شتر مرغ
 کا پر اوڑھا ہوا تھا اور حضرت زبیرؓ چکیلی زرد پگڑی باندھے
 ہوئے جدھر جاتے تھے دشمن کی صفین متزلزل
 ہوتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ اور اون میں ایک ہل چل
 پڑ جاتی تھی۔ میسور رقمطراز ہے کہ یہ ایسے نظارے
 تھے۔ جن میں اسلامی فتوحات کے لیڈروں
 نے تربیت پائی تھی۔ مسلمانوں کی فتح ہو چکی تھی اور
 قریش ہباگ رہے تھے کہ عبداللہ بن جبیر کی حالت
 جو ٹیلہ پر کھڑی تھی۔ یہ خیال کر کے کہ اب تو لڑائی کا فیصلہ
 ہو چکا ہے شیخے اُترائی۔ عبداللہ نے بہت روکا مگر
 کچھ پروا نہ کی۔

صرف عبداللہ بن جبیر چند ساتھیوں کے ہمراہ
 آنحضرتؐ کے حکم کی تعمیل کی غرض سے کھڑے رہے
 خالد بن ولید جو اس وقت قریش کی طرف سے
 لڑ رہا تھا۔ جب اس نے اس مقام کو خالی دیکھا وہ فوراً
 سواروں کے ساتھ واپس لوٹا۔ اور مسلمانوں پر عقب

گوش و بینی کا ہار بنا کر گلے میں پہنا۔ ہندہ نے حضرت
 حمزہؓ کا کلیجہ نکال کر چبایا۔ جنگ کے ختم ہونے کے بعد
 کفار نے مکہ کی راہ لی۔ روانگی سے پہلے ابوسفیان
 مسلمانوں کو آئندہ سال کے لئے چیلنج دیا۔ جب
 قریش فتح کا نعرہ مارتے ہوئے مکہ کی طرف کوچ کر رہے
 تھے۔ تو لوگوں نے دریافت کیا کہ اگر وہ فتحیاب ہو کر
 آئے ہیں۔ تو فتح کے نشان کمان ہیں۔ اور جب وہ
 حمراء الاسد کے قریب پہنچے جو مدینہ سے آٹھ میل کے
 فاصلہ پر ہے تو لوگوں نے اون پر ملامت کر کے کہا۔
 لا محمدًا اقلتم ولا الکواعب اردتم بشی ما صنعت ارجوا
 نہ تو تم نے محمدؐ کو قتل کیا نہ مسلمانوں کی جوان عورتوں
 کو لوٹ کر لائے۔ پھر لوٹ جاؤ۔ قریش پھر مدینہ
 کی طرف بوٹے لگ کر مسلمان بھران کے سر کو بی
 کے لئے نکلے تو یہ کہہ کر ہباگ گئے کہ محمدؐ اور
 مسلمانوں کی بیچ کئی آئندہ سال کیجاو گی۔ ابن ہشام
 بیان کرتا ہے۔ کہ جب آنحضرتؐ کے زعمون کو دہویا
 جا رہا تھا تو آپؐ نے یہ رقت آمیز الفاظ اپنے زبان
 مبارک سے ارشاد فرما رہے تھے کیف یفلح قوم خضوا
 وجہ بنیہم وهو یدعوہم الیٰ ربہم وہ قوم کیسے فلاح پاسکتی ہے

ٹوٹ گیا آپ کے خود کے حلقے آپ کے چہرہ
 میں گہسکے۔ آپ کی پیشانی زخمی ہو رہی تھی۔ آپ ایک
 گڑے میں گر پڑے۔ لشکر کفار میں ندا ہوئی ان محمد ا قتیل
 کنی مسلمان بہت ہار بیٹھے۔ اور جنگ سے ہٹ
 گئے۔ انس ابن النضر نے ایک جماعت کو دیکھا کہ جو
 دل چھوڑ کر بیٹھی ہوئی تھی آپ نے دریافت کیا کہ کس
 انتظار میں بیٹھے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ آنحضرت
 شہید ہو گئے۔ انس نے فرمایا ما تصنعون بالچیوۃ بعدہ
 آپ کے بعد جی کر کیا کرو گے۔ اوٹھو جس طرح آپ
 نے خدا کی راہ میں جان ویدی اسی طرح تم بھی جان
 ویدو۔ یہ کھکروہ کفار کی طرف بڑھے۔ راستہ میں
 سعد بن معاذ نے جنوں نے ان سے کہا۔

انی کاجدریہ الجنة من دون احد منہ احد کی
 طرف سے جنت کی خوشبو آرہی ہے۔ انجام کار
 وہ پھر قریش سے جا کر لڑے اور شہید ہوئے ان کے
 جسم پر ستر زخم تھے۔ جب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ
 آنحضرت زندہ ہیں رفتہ رفتہ مسلمان پھر جمع ہوئے۔ ستر
 مسلمان اس جنگ میں شہید ہوئے۔ قریش نے
 مسلمانوں کی لاشوں کو کچلا۔ عورتوں نے مقتولوں کے

اون کے ساتھ روانہ کر دیا۔ جب حافظوں کی یہ جماعت
مقامِ جمع پر پہنچی دغا بازوں نے ان کو گھیر لیا۔ اور
سوائے حضرت خلیب و حضرت زید کے ہر ایک کو بیرحمی
سے قتل کر دیا۔ اور حضرت خلیب و حضرت زید گرفتار کر کے
قریش کے ہاتھ بیچ ڈالے گئے۔ قریشیوں نے ان دونوں
کو مقامِ تنعیم میں ایک مجمع کے سامنے نہایت بیدردی و
بیرحمی کے ساتھ شہید کر دیا۔

اسی مہینہ میں ایک اور خطرناک واقعہ پیش
آیا۔ قبیلہ بنی عامر کا ضعیف سردار ابو براء آنحضرت کی خدمت
میں حاضر ہوا۔ اور تجوی ہو ا کہ واعظین کی ایک جماعت میری
قوم قبیلہ بنی عامر کے پاس اسلام کی تبلیغ کے لئے بھیجیں
آنحضرت کو نجد کی دغا باز قوم میں اپنے آدمی بھیجتے وقت
خطرہ معلوم ہوا۔ کیونکہ ان میں بعض قبائل قریش کے
مددگار تھے۔ اس پر ابو براء نے اون کی حفاظت اپنے
ذمہ لی۔ آنحضرت نے اس بڑے سردار کی بات مان
لی۔ اور سردارِ واعظین کی جماعت اوس کے ساتھ روانہ
کر دی۔ جب اس جماعت نے بڑھو نہ کے چشمہ پر
قیام کیا عاملین طفیل نے بنی مسلم کی ایک جماعت کے
ساتھ ان پر حملہ کر کے بے ایمانی سے سب کو شہید کر دیا۔

جس نے اپنے بنی کے چہرے کو اویسی کے خون سے رنگ دیا ہو صرف اسلئے کہ وہ اون کو اون کے رب کی طرف بلاتا ہے۔

غزوہ احد کے بعد قریب دو ماہ تک دشمنان اسلام خاموش رہے۔ مگر جون ہی قریش اپنی تہکاوٹ دور کر چکے پھر مدینہ پر یکایک حملہ کر دینے کی فکر میں مشغول ہو گئے۔ اور ہر طرف سے مختلف قبائل کے اجتماع ہونے کی خبریں آنحضرتؐ کو آنے لگیں۔ قبیلہ بنی اسد اور قبیلہ بنی ہذیل نے یکے بعد دیگرے مدینہ پر یلچون مارنے کے لئے تیاریاں بھی کیں۔ مگر مدینہ پر ان کے حملہ کرنے سے پیشتر یہ منتشر کر دے گئے۔ ابھی ان دو قبیلوں کو منتشر کئے ہوئے ایک ماہ کا عرصہ بھی نہیں گذرا تھا کہ عرب کے دو قبائل قارہ اور عنصل نے آنحضرتؐ کیساتھ دہوکہ بازی اور ظالمانہ قریب سے کام لینا چاہا۔ ان لوگوں نے چند آدمی اپنے قبیلے کے آنحضرتؐ کے پاس بھیج کر درخواست کی کہ ان کی قوم اسلام قبول کرنے کو تیار ہے۔ لہذا چند واعظ اسلام کی تبلیغ اور تعلیم کے لئے ان کے ساتھ روانہ کر دے جائیں۔ آنحضرتؐ نے فوراً دس چہیدہ اور خاص مسلمانوں کو جو حافظ قرآن ہی تھے

نے اپنے پہرہ کے باری مین نماز کی نیت کی۔ اس اثناء
 میں اس کا دوسرا ساتھی سو گیا۔ ایک دشمن سپاہی نے جو
 موقعہ کی تاک میں لگا تھا۔ اس عابد پر تیر چلایا اس عابد نے
 تیر کہینچکر نکال ڈالا اور نماز جاری رکھی۔ دشمن نے چار مرتبہ
 تیر چلایا مگر اس خدا پرست نے ہر دفعہ تیر کہینچکر نکال ڈالا۔ اور
 نماز ختم کر کے ہی چھوڑی۔ جب اس نے اپنے ساتھی
 کو جگایا تو دشمن بہاگ گیا۔ دوسرے صحابی نے بیدار ہو کر
 کہا کہ مجھے پہلے ہی جگا دیا ہوتا۔ اس مرد خدا نے کہا کہ
 میں قرآن کی ایک سورہ پڑھ رہا تھا اور مجھے کچھ ایسی
 حلاوت آئی کہ میرے دل نے بغیر ختم کئے چھوڑنا گوارا نہ کیا۔
 غزوہ احد کے بعد ابوسفیان مسلمانوں کو آئندہ سال
 کے لئے چیلنج دے گیا تھا۔ آنحضرتؐ پندرہ ہزار آدمی لیکر
 مدینہ سے نکلے ابوسفیان بھی دو ہزار پیادہ اور پچاس سوار
 لیکر مکہ سے روانہ ہوا۔ مگر ابوسفیان خشک سالی اور قحط کا
 عذر کر کے بغیر لڑے کہہ واپس گیا۔ آنحضرتؐ کو اس کے
 بعد اور کئی ایک جگہ دشمنوں سے مقابلہ کے لئے جانا پڑا
 پہلی ہم دومتہ البندل کہ طیرت بھیجی گئی جہان کے مسیحی قہور
 نے مسافروں پر ظلم کرنا شروع کیا تھا۔ اس کے چند ماہ بعد
 دوسری ہم بنی مصطلق پر چڑھائی کے لئے روانہ کی گئی۔

سوائے دو شخصوں کے جن میں سے ایک کو مردہ سمجھ کر ظالموں نے مقتولوں میں چھوڑ دیا دوسرا عمر بن امیہ اونٹ چرانے گیا ہوا تھا۔ اس مصیبت سے آگاہ ہو کر فوراً بھاگا۔ راستہ میں قبیلہ بنی عامر کے دو شخص اسے ملے اس مظلوم نے انہیں فوراً قتل کر دیا۔ لیکن یہ دو شخص آنحضرت کے ساتھ عہد و پیمان کر کے واپس آ رہے تھے۔ جب آنحضرت نے تمام حادثہ سنا اور راستہ کے دو مقتولوں کی کیفیت بھی معلوم کی فوراً دونوں کا خون بہا مع اسل سباب کے جو عمر بن امیہ اپنے ساتھ لایا تھا بنی عمر کے پاس بھیج دیا۔

ان ظالمانہ و غابازیوں کے بعد عرب کی قوموں نے پھر جمع ہو کر مدینہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا آنحضرت کو جب معلوم ہوا کہ بنی غطفان ذات الرقاع میں آپ کے خلاف جمع ہو رہے ہیں آپ نے ان کے منتشر کرنے کے لئے مسلمانوں کی ایک جماعت مدینہ سے روانہ کی۔

اس سریت ذات الرقاع کا ایک واقعہ ناظرین کے لئے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ جس کموہ میں مسلمان محفوظ تھے وہاں دو مسلمان رات کو گارڈ ڈیوٹی پر مقرر کئے گئے یہ دونوں باری باری سو کر پھر دیا کرتے ایک مسلمان

وہ سخت ہلانا ہلا گئے۔ سورہ اہزاب -

آنحضرتؐ نے مسلمانوں سے مشورہ طلب کیا اور حضرت
سلمانؓ فارسی کی تجویز کے مطابق پھر رائے قرار پائی
کہ شہر کے گرد اگر خندق کھودی جائے۔ جو اہل شہر
اور دشمن کے درمیان روک کا کام دے۔ اس خندق کے
کھودنے میں آنحضرتؐ نے خود بہ نفس نفیس حصہ لیا۔ ہر
وقت خندق کھودنے کے آپ اکثر پچھ اشعار زبان مبارک
سے پڑھتے ۵

اَللّٰهُمَّ لَوْ اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاَنْزِلْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا وَثَبِّتْ اَلْقَادِمَ اِنْ لَا قِيَامَ
اِنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اِذَا ارَادَ الْفِتْنَةُ اَنْبِيَا
اے اللہ میرے اگر تو ہمارے ساتھ نہ ہوتا۔ تو ہم
ہدایت نہ پاتے۔ اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے۔
پس اس وقت ہم پر سکیّنہ نازل کر۔ اور جب ہم دشمنوں
سے یمن تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔ ہم پر ان لوگوں نے
زیادتی کی ہے۔ جب ہم کو دین سے زبردستی پھیرنا چاہا
ہم نے انکار کیا۔

چھ دن کے عرصہ میں خندق کی تکمیل ہوئی
اور جب قریش کا لشکر مدینہ کے قریب پہنچا خندق کے

ان دونوں لڑائیوں میں مسلمان فتحیاب ہوئے
 ہر سال جاڑے میں قریش مدینہ پر چڑھائی کے لئے
 نہایت زور و شور سے تیاری کرتے۔ جنگ احد کے پہلے
 سال ابوسفیان اپنی دہکی کو صورت عملی میں نہ لاسکا۔ مگر
 دو کے سال اس نے بڑی بڑی تیاریاں کیں اور مختلف
 قبائل یہود کو بھی مسلمانوں کے خلاف اکسایا اور قریش و یہود
 کی متفقہ طاقت کے ماسوا اکثر صحرائی برومی بھی آپ کے
 خلاف قریش کو مدد دینے کے لئے تیار ہوئے۔ غرض کہ
 لشکر مخالفین اس قدر کثیر تعداد میں تھا کہ آنحضرتؐ کو
 سخت اندیشہ ہوا اور بہترے مسلمان دل چھوڑ بیٹھے۔
 اس وقت مسلمانوں کی اندیشہ ناک حالت کا ذکر قرآن
 میں یوں آیا ہے اِذْ جَاءَكُمْ مِنْ قَوْمِكُمْ وَهِنْ اسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ
 رَاَعَتْ الْاَبْصَارُ الْغُلُوبَ الْحَاجِرَ وَتَنَقَّبُونَ بِاللّٰهِ اَلَمْ تَوَاظِنُوْا هٰذَا لِمَا تُكْفِرُوْنَ
 وَذَلِكُمْ لِنَاوِ الزَّالِمَاتِ لَا سُدَّ يَدًا۔

جب تمہارے خلاف اوپر اور نیچے کی طرف سے
 دشمن آنے لگے۔ اور جب تمہاری آنکھیں خوف سے کج
 ہو گئیں۔ اور دل گلوں تک پہنچنے لگے اور خدا کی نسبت
 لوگوں کے دلوں میں طرح طرح کے خیال پیدا ہونے
 لگے۔ اور ایمان والوں کے لئے سخت آزمائش تھی۔ اور

سخت اور لگاتار کام کرنا پڑا۔ تمام رات خندق کے چاروں طرف گشت لگاتے۔ اور اس وجہ سے کئی روز متواتر اکثر دن کو جاگنا پڑتا۔ دوسری طرف قریش کہی تو ملکر لیک ایک حملہ کرنے کی دہکی دیتے اور کبھی مختلف ہتھوں میں ہو کر مختلف اطراف سے خندق عبور کرنے کی کوشش کرتے۔ مگر مسلمانوں کے سامنے ان کی ساری بہادری و کوشش راہگان گسین۔ آخر کار خدا تعالیٰ نے سخت اندھی کے رنگ میں اپنی آسمانی کمک بھیج کر مظلوم و ستم رسیدہ مسلمانوں کی مختصر جماعت کو دشمنوں کے زور سے بچالیا۔ یہ طوفان اس قدر سخت اور تند ہوا کہ دشمنوں کا ہر ایک سامان تہ و بالا ہو گیا۔ اور ان کے خیمے ہٹ گئے اور ایسی ہل چل ان کے لشکر میں پڑی کہ فوج کا کمانڈر انجیف ابوسفیان سب سے پہلے بہاگ کھڑا ہوا۔ اس فتح کی طرف قرآن میں یوں اشارہ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا۔

اے مسلمانوں اللہ کا وہ احسان یاد کرو کہ جب تم پر فوجیں آئیں۔ اور ہم نے ان کے خلاف ہوا اور ایسی فوجیں بھیجیں جنہیں تم نہیں دیکھتے تھے۔ احزاب

پاس آکر رک گیا اور پار نہ کر سکا۔ لہذا یہ لوگ خندق کے پاس ہی خیمہ زن ہوئے اور شہر کے اندر کے یہودیوں سے گفتگو جاری کی اور بنی قریظہ کو جنہوں نے آنحضرتؐ سے معاہدہ کر لیا تھا آپ کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا جب یہ خبر شکر اسلام میں پہونچی۔ بہترے مسلمان بہت حار بیٹھے اور بہتوں نے یہ عذر کر کے واپس جانا چاہا کہ ان کے گھر خالی اور غیر محفوظ ہیں۔ منافقین تو اب کھلم کھلا آنحضرتؐ پر طعنہ زنی کرنے لگے۔ چنانچہ قرآن شریف میں اس کیفیت کی طرف یوں اشارہ ہے۔

وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ۚ وَإِذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا ۚ وَكَانَ زَيْنُ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ ۚ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۖ إِنَّ يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ۚ

اور جب کہنے لگے منافق اور وہ جن کے دلوں میں مرض ہے کہ جو وعدہ دیا تھا اللہ نے اور اس کے رسولؐ نے سب فریب تھا۔ اور اون میں ایک گروہ نبی سے کہنے لگا کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں اگرچہ وہ کھلے نہیں پڑے ہیں مگر اون کی غرض سوائے ہانکنے کے اور کچھ نہیں۔ سورہ احزاب۔ ان ایام محاصرہ میں مسلمانوں کو

کامل طور پر ٹھان لی تھی۔ مگر اس آخری بڑی ہم میں بھی کفاروں کو ناکامیابی رہی۔ ناظرین وہ کون سی قوت تھی جس نے مسلمانوں کی نہایت محدود جماعت کو کفار کے لشکرِ جرار سے مقابلہ پر آمادہ کر دیا۔ وہ کون سی تلوارِ آنحضرتؐ کے ہاتھ میں تھی جس نے صرف سات سو غریب اور بے سروسامان مسلمانوں کو دشمنوں کے ایک ہزار تجربہ کار اور مسلح سپاہیوں سے لڑنے کے لئے مجبور کر دیا۔ کون سا ہتھیارِ آنحضرتؐ اپنے دست مبارک میں جنگِ احد کے روز اوس وقت لئے ہوئے تھے جب آپ دشمنوں سے گھرے ہوئے تھے اور تیروں کا لگاتار منیہ آپ پر برس رہا تھا اور آپ کے جان نثار صحابہ دشمنوں کے ہر وار اور ہر تیر کو سینہ پر ہو کر اپنے اوپر چھیل رہے تھے۔ کیا واقعی آنحضرتؐ نے ان جان نثار صحابہ کو زبردستی مسلمان کیا تھا۔ کیا پیروانِ اسلام یہ ساری قربانیاں کرنے پر زبردستی مجبور کئے گئے تھے اسلام کی فتح و نصرت کا وقت قریب آگیا اسکے دشمن متحد و لڑائیوں میں مغلوب ہوئے اور شکستِ فاش کھائی۔ اسلام نے نہایت سرعت کے ساتھ ترقی کرنا شروع کیا۔ جنگِ بدر میں ۳۱۵ مسلمان لڑائی میں شامل تھے۔ میدانِ احد میں لڑائی کے موقع پر سات سو

واقعات مذکورہ سے یہ امر صریحاً ظاہر ہے کہ دشمنان اسلام
 نے جب دیکھا کہ آنحضرتؐ مکہ سے صحیح و سلامت نکل کر
 مدینہ میں جاگزین ہو گئے ہیں تو جہل بھن کر اسلام اور
 پیروان اسلام کا تلوار سے صفایا کرنے کی ٹھان لی۔ اور
 پہلے سال کہ مسلمانوں کی تعداد نہایت قلیل اور حالت کمزور
 تھی۔ مکہ کے تمام ایسے لوگ جو لڑنے کے قابل تھے
 آنحضرتؐ کے خلاف نکلے اور ایک ہزار کی جمعیت کے
 ساتھ ابو جہل سردار قریش اسلام کا قلع قمع کرنے کے لئے
 میدان میں اسلام کے صرف تین سو تیرہ آدمیوں سے
 مقابل ہوا۔ کہ جنگ کے پاس کافی سا ان جنگ تک نہ تھا۔
 مگر بتائید ایزدی مسلمان فتحیاب رہے اور کفار کے بڑے
 بڑے رئیس مارے گئے۔ دوسرے حملہ میں قریش نے
 اور بھی زیادہ تیاریاں کیں۔ اور کفار کے تین ہزار بھروسہ کار
 سپاہیوں کا مقابلہ آنحضرتؐ نے صرف سات سو مسلمانوں
 سے کیا۔ قریش مسلمانوں کی بہادری آزمایا چکے تھے اور
 بار بار شکست فاش کھا چکے تھے۔ لہذا ہجرت کی دہوین
 سال کفار قریش نے حد سے زیادہ تیاریاں کیں۔ اور
 اس مرتبہ اس ہزار سپاہیوں کی متحدہ فوج۔ نے اسلام کی
 مختصر خدا پرست جماعت کو زمین سے نیست کرنے کی

فقتل ذمام وان تنعم تنعم علی شاکر اگر آپ قتل کریں تو آپ
 ایسے شخص کو قتل کرنے کے جو واجب القتل ہے اور
 اگر آپ رحم کریں تو آپ ایسے شخص پر رحم کریں گے
 جو آپ کا مشکور ہوگا۔ آنحضرتؐ نے اس کو رہا کر دیا۔
 اور اوس کے قصور و ن سے درگزر کی یہ شخص آپ
 کی فیاضی اور رحمدلی دیکھ کر نہایت درجہ متاثر ہوا
 اور بخاطر طیب صدق دل سے مسلمان ہوا اور آنحضرتؐ
 سے خطاب کر کے یوں گویا ہوا۔ واللہ ما کان علیٰ وجهک
 وجه البغض علی من دجھک فقد اصبح دجھک احب الوجہ الی واللہ ما کان
 علی وجہک لارض دین البغض الی من دینک فقد اصبح دینک احب لادیان الی
 واللہ مجھے کسی چہرے سے روئے زمین پر اس قدر
 نفرت نہ تھی جس قدر کہ آپ کے چہرہ سے تھی لیکن
 تحقیق کہ آج آپ کا چہرہ مجھے دنیا بھر کے چہروں سے
 زیادہ محبوب ہے اور قسم ہے اللہ کی مجھے کسی مذہب
 سے اس قدر نفرت نہ تھی جس قدر آپ کے دین سے
 مگر آج یہ مذہب دنیا کے تمام مذہب سے زیادہ پیارا
 ہے۔ شامہ جب لوٹ کر اپنے ملک یمامہ کو واپس
 گیا اس نے قریشیوں سے کہدیا کہ ملک یمامہ سے گھوٹ
 کا ایک دانہ بھی تمہارے پاس نہ پہنچے گا۔ جب تک

مسلمان مقابلہ کے لئے آئے تھے اور جب غزوان کی متفقہ افواج نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا تو خندق کی حفاظت کے لئے تین ہزار مسلمان موجود تھے۔ غرضکہ آنحضرتؐ کے پاس اس وقت ایسے لوگوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تھی کہ اشارے پر اپنی جان قربان کرنا فرما دیتے تھے مگر اس طاقت اور اختیار کے باوجود آپؐ نے جس رحمدلی اور حلیمی سے کام لیا ہے اسکی نظیر ملنا دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے واقعی آپؐ مجسم رحم تھے۔ آپؐ نے اپنی قوت اور طاقت کا استعمال اس وقت تک ہرگز نہیں کیا۔ جب تک کے دشمنوں نے آپؐ اور آپؐ کے تابعین کے خلاف کامل مستعدی اور طیارمی کے ساتھ کام نہیں لیا اور اس وقت تک اسلام کے ابھی لگے ہوئے پودے کو قریش نے بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کی پورے طور پر دل میں نہیں ٹھان لی۔

ایک مرتبہ ایک مہم میں جو آنحضرتؐ نے کسی حملہ اور قوم کی سرکوبی کو روانہ کی تھی۔ بنی حنیفہ کا سردار غمامہ بن اثال الحنیفی گرفتار ہو کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ جب اس سے دریافت کیا گیا کہ تمہارا کیا حال ہونا چاہیے۔ اُس نے جواب دیا۔ ان تقتل

سفارش کیجائے آپ فوراً اوس کی درخواست قبول فرماتے ہیں اور انج کے قافلے لے کر آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ مگر احسان فراموش قریش آپ کے ویسے ہی دشمن بنے رہے۔ جب آنحضرت نے دو مہینہ الجندل کی طرف دوسری فہم عبدالرحمن کے ماتحت مین روانہ کی تو آپ نے سردار لشکر سے خطاب کر کے کہا کہ ”اگر ممکن ہو تو پہلے ان کو صلاح کی طرف بلانا اور اگر نہ مانیں تو اونسے جنگ کرنا۔ مگر کسی صورت میں وہو کہ و فریب سے کام نہ لینا“

مناظرین۔ حب صلح کے شہزادہ کے پیروینا میں کشت و خون کر رہے تھے۔ جب لوگ ذرا ذرا سی بات پر کلیساکی ادنیٰ سی ناراضگی پر جبر و شدت کے شکار ہو رہے تھے۔ جب لوگوں کو صرف اسلئے زندہ جلانا خدا کی عین خوشنودی خیال کی جاتی تھی کہ اون کا اعتقاد کلیسائے روم سے چند باتوں میں مختلف تھا۔ جب انسانی حقوق انسانی آزادی نہایت بیرحمی کے ساتھ بنی نوع انسان کے ذریعہ پامال ہو رہی تھی۔ جب ظلم و شدت کا ایک طوفان مچ رہا تھا۔ جب اس محبت کے اوتار کے سر پہ راگ کو کہ دشمن کو پیار کرو۔ لوگ

آنحضرت ارشاد فرمایا میں۔ سامان خورو و نوش کی بندش
سے قریش تنگ آ گئے۔ اور درگاہ آنحضرت میں ملتجی
ہوئے کہ آپ شمامہ سے ان کے لئے سفارش کر دیں
آپ نے قریش کے مظالم و شدائد کے باوجود ان کی
درخواست منظور کی اور آپ کی سفارش سے یمامہ سے
پھر انلاج وغیرہ قریش میں آنے لگا۔

ناظرین! کیا اس سے بڑھ کر رحمہ لی کی مثال
مل سکتی ہے۔ کیا اب بھی اسلام پر یہ اعتراض قائم
ہو سکتا ہے کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلا یا گیا۔ دشمن پر پورا
قابو رکھتے ہوئے معاف کر دینا اس سے بڑھ کر اور
کیا فیاضی ہو سکتی ہے۔ جنگ ۱۹۱۴ء میں برطانیہ عظمیٰ
نے جرمن کی سرکوبی اور بربادی کے لئے اون کے
جہاز کو تجارت سے روک دیا تھا۔ اون کو یہ اجازت
نہ تھی کہ وہ کیلے سمندر اٹھل کر دوسرے ملکوں سے
انلاج کی بوریاں اپنے ملک لیجائے۔ اور برطانیہ عظمیٰ
کا یہ فعل بالکل صحیح تھا۔ اور کوئی اس فعل کو قابلِ الزام
نہیں ٹھہرا سکتا۔ مگر ناظرین آنحضرت کی دشمنوں کے
ساتھ فیاضانہ سلوک پر نظر کرو۔ دشمن بھوک کی شکایت
کرتا ہے۔ آپ سے ملتجی ہوتا ہے کہ اس کے لئے

یعنی اون کے دشمن کی مدافعت کی جائیگی اون کے جان
اون کے مذہب اون کی زمین اون کے مال اون کے
حاضر اور اون کے غائب سب محفوظ رہینگے۔ اون کے
حقوق بحال رہیں گے اور جو حقوق پہلے اون کو حاصل تھے
اون میں کوئی دست درازی نہیں کی جائے گی۔ پادری وغیرہ
اپنے عہدے سے برطرف نہیں کئے جائیں گے۔ انکی
صلیب و مورت برباد نہیں کی جائے گی۔ اور نہ اون سے
عشر لیا جائے گا۔ اور نہ اون کے ملک میں فوج بھیجی
جائے گی۔ یہ وہ احسانات اور سلوک ہیں جو صلح کے شہزادہ
کے ماننے والی اقوام آپس میں ایک دوسرے سے بھی
نہیں برتتے تھے۔ کیا ہم آنحضرتؐ کے ان سب فیاضانہ
سلوک کے لئے مشکور نہ ہوں کیا ہم آپؐ سے احسان مند
اور حمدی کی تعلیم نہ سیکھیں۔ کاش کہ سلاطین مشرق و مغرب
آپس میں وہ سلوک کرتے جو آپؐ نے بحیثیت صاحب
قوت و صاحب اختیار ہونے کے اپنے دشمنوں اور اپنے
اطراف کے مغلوب و کمزور قوموں سے کیا۔

چھ سال سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا کہ آنحضرتؐ
اور آپؐ کے مہاجرین نے اپنے گھروں کو چھوڑا تھا اور
اب تک ان کو اپنا قیام و آبائی وطن دیکھنا نصیب نہ ہوا تھا

دل سے فراموش کر چکے تھے۔ جسم آزادی اور فیاضی کی آواز ایشیا کے ریگستان سے آتی ہوئی پہر سنائی دی جسم اور انصاف کا کامل نمونہ پہر دنیا کے سامنے پیش کیا گیا۔ ”دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں“ کلاوازنے دشمنوں کو فریفتہ کر لیا۔ فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر جو چاہے اس کو (اسلام) ماننے اور جو چاہے اس کو نہ ماننے کہ میٹھی آواز نے عرب کے جاہل اور ضدی قوم کو ایسا بیخود کیا کہ اون کی فطرت بدل گئی اسلام پہ جان قربان کرنے کو آن کی آن میں تیار ہو گئے۔

اس رحم و محبت بھرے دل نے کسی پر سختی گوارا نہ کی اور نجران اور اسکے اطراف کے مسیحیوں کے ساتھ معاہدہ کیا اور یہ حقوق اون کو عطا کیا۔

والنجران وحاشيتهما جوار الله وذمتهمجند البتئ رسول الله على انفسهم وملتهم وارضهم واموالهم وعائبتهم وشاهد هم وغياهم ولعنتهم وامثلتهم ولا يغير وما كانوا عليه ولا يغير حق من حقوقهم وامثلتهم لا يفتني اسقيف عن اسقفية ولا راهب من رهبانية ولا واد من وفاقية على ما تحت ايديهم من قليل او كثير وليس عليهم احق ولا دم جاهلية ولا يحشرون ولا يعشرون ولا يطاع احبهم جنيتي۔

نہ ہو مگر خدائے عہد کے ماننے والی جماعت اس قاعدہ سے
 ہی مستثنیٰ کر دی گئی آنحضرتؐ مکہ کی سرحد کے قریب مقام حذیبہ
 میں خیمہ زن ہوئے۔ قریش کی ایک جماعت آپ کے خیمہ کے چاروں
 طرف خفیہ پھرنے لگی تاکہ کسی مسلمان کو قتل کریں اور اکثر موقع
 پا کر آپ پر تہہ برسائے۔ انہیں سے اکثر گرفتار ہو کر آپ کی خدمت
 میں پیش کئے گئے مگر آنحضرتؐ نے اپنے فیاضانہ سلوک سے
 انہیں معاف کر دیا۔ اور انہیں واپس جانیکی اجازت دیدی
 غرضکہ اہل قریش کو آپ نے بہتیرا بچھایا کہ آپ کی غرض صرف
 عمرہ کر کے واپس چلے جانیکی ہے۔ مگر ان لوگوں نے یہی کہا کہ
 ہم نے اس بات پر قسم کھالی ہے کہ آپ اور آپ کے ہمراہیوں
 کو مکہ میں گھسنے نہ دیں گے۔ آخر بڑی بڑی سفارت کے بعد قریش نے
 اپنے ایک سردار سہیل کو صلح کا پیام لیکر بھیجا۔ آپ تو یہ چاہتے ہی
 تھے کہ کسی طرح صلح ہو جائے فوراً شرائط صلح قبول کر لیا اور حضرت
 علیؑ کو عہد نامہ لکھنے کا حکم فرمایا اور آپ نے خود لکھنا شروع کیا۔
 ابھی آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی لکھا یا تھا کہ سہیل نے کہا
 کہ تمہارے نام سے تو ہم واقف ہیں مگر ان دو نئے ناموں
 کا ہم کو علم نہیں لہذا آپ اسی طرح لکھیں جو ہم ہمیشہ استعمال
 کرتے ہیں بسم اللہ آپ نے اسکی یہ بات بھی منظور کر لی
 اور پھر لکھنا شروع کیا بسم اللہ الحمد یہ شرائط مابین محمد رسول اللہ

کعبہ جو ان کا اور تمام اہل عرب کا ارض مقدس تھا اوس کی
 زیارت اب تک نصیب نہیں ہوئی تھی۔
 ذیقعدہ کا مہینہ حج کا موسم آتا اور چلا جاتا ان کے دل میں خانہ
 کعبہ کے طواف کا ولولہ اور جوش اٹھتا۔ مگر عرب کے ظلم و تعوی
 سے مجبور تھے۔ قریش نے آپ اور آپ کے ساتھیوں
 کا مکہ جانا قطعی روک دیا تھا اور آپ ان سے کسی طرح کی
 چھیڑ چھاڑ کرنا نہیں چاہتے تھے اس لئے آپ نے اوس
 طرف کا قصد نہیں کیا۔ مگر آخر غلبہ شوق کو دبانہ سکے اپنے
 آبائی وطن پر محسوس نگاہ ڈالنے کے جوش کو دور نہ کر سکے
 خانہ کعبہ کی زیارت کی پیاس کسی طرح نہ بجھا سکے۔ پس
 امن پسند ارادوں کے ساتھ پندرہ سو مہاجر و انصار کی
 جماعت لیکر مکہ کو روانہ ہوئے۔ آپ اور آپ کے ہمراہی
 پورے طور پر مسلح نہیں تھے بلکہ ان کے پاس صرف
 وہی ہتھیار تھے جن کی رواجاً اجازت تھی مگر جب قریشیوں
 کو اطلاع ملی فوراً ایک لشکر جبرار لیکر آنحضرتؐ اور آپ کے
 ساتھیوں کو روکنے کی غرض سے نکلے اور عہد کر لیا کہ آپ اور
 آپ کے اصحاب کو ہرگز مکہ میں داخل ہونے نہ دینگے۔ گرجھ
 قریش قانوناً اس بات کے مجاز نہیں تھے کہ کسی قبیلہ
 یا فریق کو حج سے روکین گرجھ وہ ادن کا دشمن ہی کیوں

آنحضرتؐ کے اصحاب کو ان شرائط پر کمال درجہ کا رنج تھا اور ان سے
 ضبط نہ ہو سکا اور لفظ شکایت زبان پر لائے۔ مگر آنحضرتؐ نے
 انکو دلاسا دیا اور اونکی تشفی کی۔ واضح رہے کہ قریش سے جب
 اپنے ان شرائط کو قبول نہیں کیا۔ بلکہ صرف امن کے خیال
 سے۔ اگر آپ چاہتے تو قریش کا مقابلہ بخوبی کر سکتے تھے۔
 اپنے اپنی مختصر سی جماعت کیساتھ ان کے لشکر جبرار کا اکثر
 مقابلہ کیا تھا۔ اور متعدد لڑائیوں میں شکست فاش دی تھی
 اور قبائش بلا کسی بیرونی امداد کے مسلمانوں سے مقابلہ کی
 تاب ہرگز نہیں لاسکتے تھے اور بھی وجہ تھی کہ آنحضرتؐ کے
 اصحاب نہایت درجہ خمدیں و محزون سنے یہاں تک کہ حضرت
 عیضؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے شکایت کی حضرت صدیقؓ نے
 فرمایا۔ یا عمر! از م غزوہ فانی اشد اند رسول اللہؐ اے عمر
 اونکی رکاب مضبوط پکڑے رہو کیونکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ
 اللہ کا رسول ہے۔

شرائط صلح کے طے پانے کے بعد آپ مدینہ کی طرف واپس
 چلے۔ ابھی پہلی ہی منزل طے کی تھی کہ مسلمان ہر طرف سے
 اونٹوں کو بٹائے ہانک کر آنحضرتؐ کے گرد جمع ہونے لگے
 اور یہ کہہ رہے تھے کہ ہاتھ لگ کر آنحضرتؐ پر دے گا نازل ہوئی ہے۔
 آپ نے اپنے اونٹ پر تھکے ہوئے سورہ فتح تلاوت فرمائی

اور سبیل نے پھر میان پر ہی روک دیا۔ اور کہا کہ اگر ہم تم کو رسول اللہ ﷺ تسلیم کرتے تو تم سے لڑتے کیوں اور تم کو کعبہ سے کیوں روکتے پس آپ اپنا نام بقید ولایت لکھئے۔ آنحضرت ﷺ نے اسکو بھی مان لیا اور حضرت علیؑ کو ارشاد کیا کہ لفظ رسول اللہ کاٹ کر عبد اللہ لکھو مگر حضرت علیؑ نے اس امر سے انکار کر دیا آپ نے فوراً تحریر کیا اپنے ہاتھ میں لیلیٰ اور لفظ رسول کا ٹکڑا تحریر کیا محمد ابن عبد اللہ۔ اور پھر حضرت علیؑ کو دیکر عہد نامہ ختم کر دیا۔ قبیۃ شراکھ صلح مابین محمد بن عبد اللہ اور امیل بن عمرو کے قرار پائے ہیں۔ جو شخص محمد کا ساتھ دینا چاہے اسکو اس امر کی اجازت ہوگی۔ اور جو شخص قریش کا طرفدار ہونا چاہے اس کو بھی آزادی ہوگی۔ اگر کوئی شخص محمد کی طرف جائیگا اسکو واپس کرنا ہوگا لیکن اگر کوئی شخص مسلمانوں میں سے قریش کی طرف چلا جائے تو واپس نہیں کیا جائیگا اس سال محمد کو شہر مین داخل ہونیکے بغیر لوٹنا ہوگا اور آئندہ سال محمد مع اپنے صحابہ کے کسین آکر صرف تین روز تک قیام کرنے کے مجاز ہوں گے اور اس عرصہ میں شہر قریش سے خالی رہیگا لیکن مسلمان اپنے ہمراہ کوئی ایسا ہتھیار لانے کے مجاز نہ ہونگے جسکی حاجیوں کو ممانعت ہو۔ سوائے ایسی تلوار کے جو ان کے میان میں ہو اس عہد نامہ پر فہرستین کے دستخط ہوئے

نے بڑی تیزی سے ترقی کی صرف ان دو سال میں اسلام
 کی ترقی کا اندازہ اس سے بخوبی لگ سکتا ہے کہ جب
 آنحضرت حدیبیہ کو تشریف لگئے تو آپ کے ساتھ مندرہ ہوا دہنی
 تھے مگر دو سال بعد جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے
 ساتھیوں کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی تھی اس صلح کے
 بعد کے واقعات اس امر پر بھی روشنی ڈالتے ہیں کہ زیادتی
 ہمیشہ قریش کی طرف سے رہی ہے چونکہ اب اہل مکہ کو اسلام
 قبول کرنے میں کسی قسم کی روک ٹوک نہیں تھی لہذا لوگ
 جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ مگر شرائط
 صلح کی رو سے قریش کا جو شخص مسلمانوں سے آملا تا اسکو
 بوٹا دینا ہوتا۔ لہذا آنحضرت نے حسب عادت معاہدہ کی مکمل
 پابندی کی۔ اور نو مسلموں کو اپنے سایہ عاطفت میں لینے
 سے انکار کر دیا۔ مگر ان لوگوں نے بجائے واپس جانے کے
 الگ ایک جماعت قائم کر کے قریش کو تنگ کرنا شروع کیا
 جب سہیل آنحضرت سے شرائط صلح طے کر رہا تھا تو
 اسکا بیٹا ابو جندل جو اسلام لے آیا تھا اور اس کے باپ
 نے محض اسی جہرم میں اس کو زنجیروں سے جکڑ دیا تھا
 فوراً موقعہ پا کر بحالت مقید درگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور آنحضرت
 سے پناہ مانگی جب اسکے باپ نے اسے دیکھا فوراً پکڑ لیا

اِن اِنفخا لک فعا مبینا تا آخر یعنی تحقیق کہ ہم نے تجھ کو کھلی کھلی
فتح عنایت کی ہے جب آپ یہ سورۃ لوگوں کو سنا چکے تو
ایک شخص نے تعجب سے پوچھا کہ آیا یہ فتح ہے آنحضرت نے
فرمایا اُس ذات کی قسم کہ جسکے ہاتھ میں میرے جان ہے کہ واقعی
یہ فتح ہے۔

مورخین قحط از بین کہ ایسی نمایاں فتح اسلام کو کبھی
حاصل نہیں ہوئی اور تمام موقعوں پر اسلام کو اپنی حفاظت میں
لڑائیاں لڑنی پڑی مگر اس صلح کے بعد جنگ سے فریقین
نے کنارہ کشی اختیار کی اور طرفین کے لوگ بلا روک و ٹوک
اپس میں ایک دوسرے سے ملتے تھے اور مسلمانوں کیلئے اسلام
کی صداقت لوگوں کے سامنے پیش کر دینا اچھا موقعہ تھا اور یہ
موقعہ مسلمانوں نے خالی نہ جانے دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کثرت
سے لوگ اسلام کی طرف رجوع لانے لگے۔ اس صلح حبشیہ
سے یہ بات کامل طور پر یہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ آنحضرت نے
جبراً کسی شخص کو مسلمان نہیں کیا۔ کیونکہ عہد نامہ کی رو سے
ہر شخص کو عام اجازت تھی کہ پھر قریش سے جانے پس اگر
کسی شخص نے جبراً اسلام قبول کیا ہوتا تو اس کے لئے
نہایت عمدہ موقعہ تھا کہ اپنے پرانے مذہب میں واپس چلا
جاتا مگر صلح کے بعد مسلمانوں کی تعداد کم نہیں ہوئی بلکہ اسلام

کوشش کرتے ہیں مگر آنحضرتؐ نے یہی کہا کہ تم جاؤ اور اللہ تمہارے اوپر
 دیگر مسلمانوں کیلئے کوئی اور راہ نکالے گا۔ پس بجا است مجبوری انکے
 ساتھ چلا راستہ میں جب ذوالحجۃ کے قریب پہنچا تو اسنے ایک کیلو
 لیکر ایک کاسہ اڑا دیا۔ دوسرا شخص یہ دیکھ کر ہباگ کھڑا ہوا اور آنحضرتؐ
 کے پاس فریاد لیکر واپس پہنچا اسکے پیچھے پیچھے ابوبصیرؓ ہی حاضر
 خدمت تھے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اپنے اپنا عہد پورا
 کر لیا اور میں نے اپنے ایمان کی حفاظت کر لی ہے۔ آپ
 اپنے عہد میں میرے بارے میں بری ہو گئے ہیں مجھے بدینہ
 میں رہنے کی اجازت دیجئے مگر آنحضرتؐ نے اسکی ایک ہی نہ
 سنی پس وہ اس خوف کے کہ آنحضرتؐ اسے دوبارہ قریش کے
 حوالہ کر دیں گے۔ ہباگ کر اس جماعت میں مل گیا جنہیں ابومندلؓ
 اور دوسرے نو مسلمان شامل تھے۔ اس جماعت کی تعداد
 ستر تک پہنچ گئی تھی ان لوگوں نے قریش کے قافلے سے
 اپنا گذار کرنا شروع کیا۔ آخر تنگ آکر اہل مکہ نے آنحضرتؐ سے
 درخواست کی کہ ان نو مسلمانوں کو مدنیہ بلالین اور یہ فقرہ
 عہدہ نامہ سے خارج کر دیں۔

اور سخت زد و کوب کرنا شروع کیا اوس وقت وہ چیخ مچھ کر مسلمانوں
 سے مدد طلب کرنے لگا۔ مگر مسلمان مجبور تھے کیوں کہ شرائط
 معاہدہ کی مطابق وہ اسے پناہ نہیں دے سکتے تھے ابو جندل
 نے آنحضرتؐ سے درخواست کی کہ میں نے آپ کی خاطر
 سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کی ہیں مجھے پناہ دیجئے
 مگر آپ نے عہد نامہ کا لحاظ کر کے صاف انکار کر دیا۔
 ناظرین۔ اسلام کی مقناطیسی قوت میں عجیب سی اثر تھا
 کہ اوس وقت ابو جندل اپنے باپ کے ساتھ واپس تو چلا
 گیا مگر چند روز ہی کے عرصہ میں مکہ سے نکل کر بہاگ آیا۔ اور
 مسلمانوں کی اوس جماعت میں شامل ہو گیا جو مکہ سے بہاگ
 کر ایک خاص مقام پر قائم تھی۔ آنحضرتؐ کو مکہ سے واپس
 آئے کچھ روز گزرے تھے کہ ابوبصیر نامی ایک مسلمان مکہ
 سے بہاگ آیا قریش نے اسے پیچھے دو آدمی روانہ کئے
 کہ آنحضرتؐ سے مطابق شرائط صلح ابوبصیر کا مطالبہ کریں آنحضرتؐ
 نے ابوبصیر سے فرمایا۔ اے ابوبصیر ہم نے ان لوگوں سے
 معاہدہ کیا ہے اور ہم عہد شکنی نہیں کر سکتے۔ لہذا تم واپس
 جاؤ خدا تمہارے اور دوسرے مسلمانوں کے لئے اور
 کوئی راہ نکالے گا۔ ابوبصیر نے عرض کی حضور یہ بت پرست
 مجھے ہر طرح کی ایذا دیتے ہیں اور راہ راست سے برگشتہ کر دیتی

مسلمانوں کے خلاف بڑی داد شجاعت دی تھی اور بعد میں
 اسلامی فتوحات میں بہت بڑا حصہ لیا یہاں تک کہ آنحضرت نے
 اسکو سیف اللہ کا خطاب عطا فرمایا اس حج اصغر کے کچھ عرصہ
 بعد قریش نے اپنے شرطوں کو توڑنا شروع کیا اور اون قبائل حملہ
 کرنا شروع کیا جسے آنحضرت کا معاہدہ تھا پس آپ نے بہتر سمجھا کہ بلکہ فتح کرنے
 کے دن کے جنگڑوں کا ہمیشہ کیلئے فیصلہ کر دیں اور اس عرض سے آپ
 دس ہزار کی جمیعت لیکر مکہ طواف روانہ ہوئے ساتویں روز مکہ میں ایک
 پڑاؤ پر گیا مکہ میں اس خبر کے پہنچتے ہی ایک سناٹا سا چھا گیا اپنی قریش
 نے مشورہ کر کے ابوسفیان کو معاملہ طے کر نیکی عرض سے آنحضرت کے
 پاس بھیجا۔ مکہ کا کمانڈر انچیف ابوسفیان جب اسلامی لشکر کے قریب پہنچا
 ہرات کا وقت تھا اور اسلامی لشکر انطمان کی چوٹی پر ڈیڑھ ڈالے پڑا
 تھا اور خیموں میں آگ جل رہی تھی۔ ابوسفیان پر ایک دھشت سی چھا گئی۔
 اسلامی لشکر میں پہنچتے ہی اسکی پہلی ملاقات حضرت عباس سے ہوئی
 اسنے آنحضرت سے ملنے کا اشتیاق ظاہر کیا دوسرے روز صبح کی وقت
 ابوسفیان خدمت نبوی میں حاضر کیا گیا آپ دریافت فرمایا ابوسفیان
 کیا ابھی تک تیرے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ خدا کی وحدانیت اور میری
 رسالت کا اقرار کرے آپ کے اس سوال میں عجیب اثر تھا کہ ابوسفیان
 فوراً بول اڈھا لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ اور مسلمان ہو کر مکہ میں
 گیا تاکہ آپ کے استقبال کے لئے شہر میں خلیا رہی کرے۔

فتح مکہ

جاء الحق وزهق الباطل

شہدین صلح حدیبیہ کے شرائط کے بموجب آنحضرت ﷺ حج کا ارادہ کیا اور اپنے ساتھ دو ہزار مسلمانوں کی جمیعت لیکر مدینہ سے نکلے ایک مکہ میں داخل ہوئے پشتر قریش نے شہر خالی کر دیا تھا اور تین دن کہ مسلمان ارکان حج ادا کرتے رہے شہر قریش سے خالی پڑا رہا۔ جلاوطن مسلمانوں نے اپنے پرانے گھر و مکہ کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا۔ مکہ کی وہ گلی کو چہ جہان انہوں نے بچپن کا زمانہ گزارا تھا چم و مکینے کا موقع ملا شہر سے باہر کوہ البقیس کی چوٹی پر قریش کا ایک جبرٹ دور سے اس نظارہ کو دیکھ رہا تھا آنحضرت کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ خانہ کعبہ کا حواف کرنا اور پھر صفا و مروہ کے درمیان نہایت سرعت تیزی کیساتھ چلنا یہ سب وہ نظارے تھے جن کو قریش البقیس کی چوٹی سے چمٹے ہوئے دیکھ رہے تھے تین دن کے بعد مسلمانوں نے فوراً شہر خالی کر دیا اہل مکہ نے وہ نظارہ دیکھا تھا جس کو وہ کبھی نہیں بھول سکتے تھے۔ قریش کے اکثر صاحب وقار لوگ اس سلامی منظر اور آنحضرت کی پابندی معاہدہ سے نہایت درجہ متاثر ہوئے اور انکے رُوساء مثلاً خالد بن ولید اور عمر بن العاص نے اسلام قبول کر لیا اول الذکر نے جنگ یمین

کرنے کے بعد آنحضرت نے قریش سے مخاطب ہو کر کہا: اے اہل قریش
 کیا تم واقف ہو کہ میں کس طرح تمہارے ساتھ پیش آؤں گا؟ قریش نے
 جواب دیا: بہانی کی طرح اور عربی حرم و بخشش کی ساتھ جبری لکھتا ہے
 کہ آنحضرت کا دل بھرا یا اور آئسوؤں کو ضبط کر کے فرمایا۔ میں تم کو
 وہی جواب دوں گا جو یوسف نے اپنے بہائیوں کو دیا لا تشہب
 علیکم الیوم بغیر اللہ لکم ذوالرحم الامین آج تم پر کچھ الزام نہیں ہے اور اللہ تم کو
 بخشے وہی سب مہربانوں سے مہربان ہے بعد اسکے آپ کو وہ صفا
 کی چوٹی پر تشریف لیکئے اور قریش نے جوق و جوق آکر آپ سے ہجرت
 کرنا شروع کیا۔ اس وقت کے سمان کا نقشہ قرآن شریف کی یہ
 مندرجہ ذیل چوٹی ہی سورۃ نے صحیح صحیح کہینچا ہے۔

اذ جاء نصر الله والفتح وما يات الناس يدخلون في دين الله افواجا فبما يجدون
 واستغفروا انه كان توابا جب اللہ کی مدد اور فیصلہ پہنچ چکے
 اور تو نے اللہ کی دین میں فوج کی فوج داخل ہوتے دیکھا۔ پس
 خدا کی تقدیس کر اور اس کی حمد کر اور اس سے گناہ بخشوا۔ بیشک وہ
 معاف کرنے والا ہے۔

یہ وہ وقت تھا کہ آنحضرت اپنے مہین کو عرب میں
 پورا ہوتے ہوئے دیکھ رہے تھے مگر ای اور جہالت کے سیاہ
 ہولناک بادل بہت گئے تھے۔ اور سحابی کا آفتاب اپنی
 کرنوں سے اس ایشیائی ریگستان کو منور کر رہا تھا۔ ضرور تھا

آنحضرت باحیثیت فاتح مکہ کی طرف چلے آپ اپنے اونٹ پر سوار تھے حضرت ابوبکرؓ آپ کے واسطے اور اسیدؓ آپ کے بائیں طرف اور اسامہؓ آپ کے پیچھے پیچھے جلوس میں ہمہ کاب تھے اور آپ سورہ فتح تلاوت کرتے جا رہے تھے انا فتحنا لک فتحنا مبیناً تا آخر آپ نے مکہ میں داخل ہو کر کعبہ کا سات مرتبہ طواف کیا اور تمام تصویرون اور موروثوں کو برپا کرنا شروع کیا اور اللہ اکبر کی صدائے سالار کعبہ کو بجا دیا تین سو ساٹھ بت خانہ کعبہ میں نصب تھے آپ ان کو توڑتے جاتے تھے اور کچھ الفاظ ارشاد فرما رہے تھے جاء الحق وذهی الباطل وہ لوگ جنہوں نے آپ کو گھر سے بے گھر کیا جنہوں نے آپ کو طح طرح کی اذیتیں دیں جس قوم نے آپ کی قتل کیلئے انعام مقرر کئے جو قوم آپ اور آپ کے ساتھیوں کے خون کی پیاسی تھی جس قوم نے آپ کو ہر طرح کی اذیت و تکلیف دی۔ آپ کے سخت سے سخت دشمن آج آپ کے پورے قبضہ اختیار میں تھے مگر آپ اور آپ کے ساتھی جس خاموشی و امن کیساتھ شہر میں داخل ہوئے ہیں اسکی نظیر ملنا نہایت دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے سوائے چار مجرموں کے تمام لوگوں کی خطائیں معاف کر دی گئیں لوگوں کے سامنے وہ نظارہ تھا جو دنیا کی تواریخ میں شاید ہی کہیں واقع ہوا ہو عرب کی تمام مفتوح قومیں کعبہ کے چاروں طرف کھڑے تھے سچائی کی فتح مندی اور حق کی جیت دیکھ رہی تھی تو نگوں مسما

نمونہ کی اطاعت کی اور قسرتاً ہزار قیدیوں کے دم میں رہا کر دئے گئے۔
 ”آنحضرت اور اہمات المؤمنین“

مخالفین اسلام نے کثیر از دواجی کے سبب بانی اسلام
 کا جب قدر مضحکہ اڑایا ہے وہ بعید از تحریر ہے۔ یورپ میں ایک
 ایسا زمانہ گذر چکا ہے کہ لفظ مسلمان سے وہ شخص مراد ہوتا
 تھا کہ جسکی چار بیویاں ہوں۔ کثیر از دواجی کی رسم زمانہ قدیم سے
 مروج تھی اور اسلام نے اس میں اعلیٰ حد تک اصلاح کر دی
 عرب اور دیگر قوموں میں یہ رسم جب قدر بُرائی اور حیوانیت کیساتھ
 رائج تھی تو رائج شاہد ہے۔ تواریخ کے صفحے اول تو تم کو پتہ لگیا کہ ہر شاہ
 اور لیڈر یا دیگر یورپی اقوام میں کثیر از دواجی کا کیا حال تھا۔ اور پورے
 کے مختلف حصوں میں ان قوموں کا عورتوں کے ساتھ کیسا برتاؤ
 رہا۔ یونانی اور خاصکر اتھانسیاں قوم جو زمانہ قدیم میں تہذیب اور
 علمیت میں دیگر ہم عصر اقوام پر سبقت لی گئے تھے ان میں کثیر از دواجی
 کی رسم عام تھی اور بی بی مثل کہلو نے یا کسی بازاری چیز کے سمجھی
 جاتی تھی۔ سب سے بڑھکر ایک کی بی بی دوسرے سے قابل تبدیل
 خیال کی جاتی تھی۔ قوم اسپارٹا نے اگرچہ ایک بی بی سے زائد
 خلاف قانون سمجھا مگر ایک عورت کو کئی خاوند رکھنے کا اختیار
 دیدیا تھا۔ فارس کی قوموں میں رسم شادی نہایت ہی ذلیل طور پر
 رائج تھی کثیر از دواجی کے سوا جس میں ہر شخص کو اختیار تھا کہ خواہ

کہ اسکی کرنیں دور و دور تک پسیتین۔ اور تاریکی کو فنا کرتی ہوئی
 ایک عالم کو اپنی روشنی میں سچائی کی راہ دکھلائی۔ پس اس
 عظیم الشان فتح کے بعد آنحضرت نے اپنے خاص خاص صحابیوں
 کو عرب کے مختلف اطراف و جوانب میں اسلام کا پیغام لیکر بھیجا۔
 کہ قریب قبیلہ بنی حوازن و قبیلہ ثقیف نہایت زبردست قبیلہ
 تھے ان لوگوں نے اطاعت سے انکار کیا۔ جنین کے قریب
 آنحضرتؐ نے ان کو شکست دی۔ ان میں بہت سے لوگ
 جس میں قبیلہ ثقیف کے لوگ زیادہ تھے شکست کھا کر طائف
 کو چلے گئے۔ آنحضرتؐ نے طائف کا محاصرہ کیا۔ اور یہ وہی شہر
 ہے جسے آنحضرتؐ پر پتروں کا مینہ برسایا تھا اور اپنے اندر
 جگہ بندی تھی۔ مگر آپؐ نے جب محاصرہ کے بعد طائف فتح
 کر لیا تو نہایت نرمی سے ان کے ساتھ پیش آئے۔ ایک
 روز صبح کے وقت آپؐ مع اپنے اصحاب کے نماز میں
 مشغول تھے قبیلہ ثقیف کا ایک وفد خدمت شریف میں حاضر
 ہوا اور عرض کیا کہ ”ہم آنحضرتؐ سے التماس کرتے ہیں کہ مسلمانوں
 سے اور مسلمانوں سے ملتی ہیں کہ آنحضرتؐ سے ہمارے
 لئے سفارش کر کے ہماری عورتیں اور لڑکیاں واپس لے دین
 آپؐ نے فرمایا جو اسیران جنگ میرے اور ابو طالب کے ہاتھ
 آئے ہیں میں انہیں رہا کرتا ہوں دوسرے صحابہ نے بھی آپؐ کے

یہ رواج لوگوں میں بالکل فطرتی بات خیال کی جاتی تھی۔ لہذا
 باقی اسلام نے بجائے ایک دم اس رسم کو قطعی منسوخ کر دینے کے اس
 کیساتھ ایک ایسی قید لگا دی کہ ہر کس و نا کس کیلئے ایک سے
 زائد بی بی کرنا مشکل ہو جائے۔ تاکہ جس طرح رفتہ رفتہ اخلاقی معیار
 زمانہ کے رفتار کے ساتھ کرتا جائے اور اسلام کی تعلیم ادن کی
 روشنی میں زیادہ واضح ہوئی جائیں اس رسم کی بڑی بھی شرح
 میں ہو جائے قرآن شریف کی وہ آیت جہاں کثیر ازواجی کی
 اجازت پائی جاتی ہے وہ یہ ہے **فَاَنْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ**
مَتْنٰی وَتِلْكَ ذٰلِکُمْ الَّذِیْنَ خَفَعْتُ الْاَلْقَدِیُّوْا فَاَوْحٰدَةً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ
ذٰلِکَ اَدْنٰی اَلَّا تَعْلُوْا جَوْعَتِیْنِ اَمِیْنِ ثُمَّ کُوْنُوْا کَرِیْمٌ
 دو دو تین تین چار چار پر اگر خوف ہو کہ انصاف نہ رکھو سکو گے
 تو ایک ہی یا چو اپنے ہاتھ کا مال ہے اس میں لگتا ہے کہ
 ایک طرف نہ جبک پڑو۔ سورہ نساء اس آیت سے صاف
 ظاہر ہے کہ ایک سے زائد شادی کرنا کا حق اسی کو حاصل ہے
 جو عدل قائم رکھ سکے یعنی نہ صرف خورش و پوشش میں ہر
 بی بی کے ساتھ یکساں برتاؤ کر سکے بلکہ محبت میں ہر ایک کے
 ساتھ ایک ہی برتاؤ کرنے پر قادر ہو اب ہم اس رسم کے متعلق
 سائیکلو پیڈیا بریٹانیکا کا مضمون کثیر ازواجی کے ضمن میں
 نقل کرتے ہیں۔ "توریت کے عہد میں یہودیوں کے درمیان اسکی

جتنی بیسیان چاہے رکھ سکتا ہے اپنے عزیز و قرابتی
 رشتہ دار و غنیم باہم شادی جائز سمجھی گئی یہودیوں میں کثیر ازدواجی کی
 رسم عام تھی اور شرعاً جائز بھی تھا۔ مگر اس قوم نے عورتوں کے حقوق
 کا خیال نہیں رکھا۔ لڑکی اپنے باپ کی ملکیت سموتی اور باپ
 کو حق حاصل تھا کہ لڑکی کو بحالت صغیر سنی بیچ دے لے عربی قوموں نے
 تو عورتوں کی حالت نہایت کمزور کر رکھی تھی انہیں ہی شادی کے متعلق
 کوئی خاص قوانین نہیں تھے خاوند کو بی بی پر پورا قبضہ ہوتا اور عورت
 اپنے باپ یا خاوند کی ملکیت تصور کی جاتی اور ایک بیوہ عورت مثل دیگر
 جائیداد کے اپنے بیٹے یا بیٹوں کی وراثت سمجھی جاتی تھی حتیٰ کہ عرب کی
 اکثر قوموں کے درمیان کثیر ازدواجی کے علاوہ عورت ہی ایک سے
 زیادہ شوہر کر سکتی تھی۔ مسیحی کلیسیا کی حالت بھی شرمنگاہی سے بری
 نہیں ہے چنانچہ پولن صاحب تواریخ کلیسیا میں لکھتے ہیں کہ
 حرام کاری کے خلاف کلیسیا کی سخت جدوجہد کی باوجود اس امر کا
 کافی ثبوت موجود ہے کہ افریقہ اور فرانس کے مسیحیوں میں یہ برائی
 کثرت سے پھیل رہی تھی۔ اور جیروم کا کنوارہ رہنے کی تعلیم نے نہایت
 ہی مضر رسان اثر پیدا کرنا تھا۔ غرض کہ ایسی حالت میں کہ عورتوں کے
 حقوق تلف کئے جا رہے تھے اور ان کی حالت نہایت ہی خراب
 تھی اور رسم کثیر ازدواجی کامل طور پر مختلف قوموں میں
 جاگزیں ہو چکی تھی۔ اور اس زمانہ کے اخلاقی معیار کے مطابق

نے یہ خبر سنی فوراً اپنی مصطلق کے تمام قیدی آزاد کر گئے اور اس روز
 قریب تلو خاندان کے رہا ہوئے آپکی دوسری زوجہ حضرت سیمونہ
 تین جو آپ کے قبیلہ اور خاندان سے تھیں حضرت سیمونہ کی عمر
 قریب اکیاون سال کی تھی جب آپ کے نکاح میں آئیں۔ اس
 شادی کا نتیجہ تھا کہ ابن عباس اور خالد ایسے جبری اور بہادر جبریل
 حلقہ اسلام میں داخل ہوئے آپکی اکثر شادیوں کے ذریعہ سے بہت
 سے غزائے سائیں کو مدد پہنچتی تھی اور خود انکی بھی نہ صرف پرورش ہو جاتی
 تھی بلکہ عورتوں میں ممتاز اور قابلِ تعظیم ہو جاتی تھیں چنانچہ حضرت سودہ
 آپ کے ایک صحابی کی بی بی تھیں یہ صحابی جلاوطنی کی حالت
 میں ملک ابی سینا میں انتقال کر گئے جسکے بعد حضرت سودہ
 کی حالت نہایت خراب ہو گئی اور جب اون پر فاقہ کشی کی نوبت آ نیلگی
 آپ نے اون سے شادی کر کے انکی بڑی حمایت و مدد کی۔
 اور ایک مقدس ذریعہ سے آپ اون کے حامی بن گئے حضرت عائشہ
 کے ساتھ آپ کی شادی کے بارے میں جو بہ سبب
 حضرت عائشہؓ کو گھینی کے ہے اکثر دن نے آپکو سخت موردِ طعن
 بنایا ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ ایسی شادی کا ملک میں عام رواج
 تھا۔ اور کوئی اس کو قابلِ اعتراض نہیں سمجھتا تھا۔ اور اس شادی
 کے ذریعہ سے آپ نے اپنے رفیقِ یارِ ناز حضرت ابو بکرؓ پر بڑا
 احسان کیا اور سب سے بڑی بات قابلِ غور یہ ہے کہ ضروری

عام اجازت تھی اور اونہیں یہ رسم مرجہی تھی اور خاص خاص موقعوں پر
 شریعت موسوی نے اسکا حکم دے رکھا تھا اگرچہ اناجیل اور خطوط
 میں اسکی ممانعت سوائے خادمان دین کے اور کسی کیلئے نہیں
 پائی جاتی تاہم مسیحی کلیسیا نے ہمیشہ اس رسم کی ممانعت کی ہے
 اکثر ایسے مسیحی علماء ہی گذرے ہیں جنہوں نے اس عام مخالفت
 کے خلاف اپنی رائے قرار دی ہے "دیکھو سائیکلو پیڈیا
 بریٹانیکا مضمون کثیر از دواجی۔" پالیکامی

بھرحال اب ہم آنحضرتؐ کی شادیوں پر ایک سرسری نظر
 ڈالیں اور غیر متعصب نگاہ سے دیکھیں کہ آپؐ کی کل شادیاں
 کہاں تک بے لوث اور ذاتی خواہشات سے بے بیہوش آنحضرتؐ
 کی کل شادیاں ایک بڑی مصلحت پر مبنی تھیں عرب جو مختلف
 قبیلوں میں جدا جدا القسیم تھے اور ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ سے
 ذرا سی بات پر تلوار چلائے کے لئے ہمیشہ تیار رہتا تھا ان کو
 آپؐ میں ملائے اور ایک دوسرے کو آپؐ میں بہائی بنائے
 کے لئے آنحضرتؐ کی یہ مختلف شادیاں کس حد تک کامیاب
 ثابت ہوئی ہیں وہ حاجت بیان نہیں چنانچہ جب
 بنی مصطلق پر آپؐ نے فتح پائی اور اسکے سردار حارث کی
 بیٹی جویریہ جو آپؐ کی قید میں تھی آزاد کر دیا تو آپؐ کی رحمت
 دیکھ کر اسے خود آنحضرتؐ کے ساتھ شادی کر لی جب صحابہ

اسلام کی تعلیم اور آنحضرت کے ذاتی افعال نے عورتوں کے حقوق نہایت وسیع کر دیے آپ نے جس قدر بیوہ و ضعیف عورتوں کی حمایت کی ہے۔ بیان بالا سے بخوبی ظاہر ہے کہ عورتوں کی حمایت اور اور اذن کی حق تلفی کے خلاف بکثرت آیت قرآنی موجود ہیں۔ چنانچہ سورہ نسا ۲ شروع یا ایہا الذین آمنوا لا یحیل لکم ان ترثوا النساء کثرھا ولا تتصلوھن لیذھبن ببعض ما اتیتھن ھن اے ایمان والو تم لو حلال نہیں ہے عورتوں کو میراث میں زور سے لینا اور نہ اذن کو اسلئے بند کرنا کہ جو کچھ تم نے دیا ہے واپس لے لو۔ اسی آیت کے بعد کا حصہ صاف صاف بتاتا ہے کہ عورتیں صرف اسلئے نہیں کہ مرد صرف انہیں دل بہلاؤ یا کملونے کے بطور رکھیں اور جب چاہیں طلاق دے کر نکال دیں بلکہ اذن کے حقوق کے خیال رکھنے کی خاص تاکید کی گئی ہے وَعَاشِرُوھن بِالْمَعْرِفِ ۚ اِنْ کُوْھُنَّ ھُنَّ فَتَمَسَّیْ اِنْ تَکُوْھُنَّ اَشْیَءٌ وَ یَحِلُّ لَھُنَّ مِمَّا کَسَبَتْ ۚ وَ عورتوں کے ساتھ معقول گزران کرو اور شاید وہ تم کو نہ اچھی لگیں تو ممان ہے کہ تم کو کوئی چیز پسند نہ آئے اور اللہ نے اس میں اور بہتری بخوبی رکھی ہو۔

احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ حضرت عائشہؓ سے لوگوں کو پہنچا ہے
 آپ کے اس شادی کے ذریعہ مسلمانوں کو زوجہ و خاندان کے تعلقات اور
 باہمی برتاؤ کے بارے میں تعلیم دینے کا ذریعہ ازدواج میں صرف
 حضرت عائشہؓ کی شخصیت کیساتھ آئے ہیں لیکن کہ آپ زمانہ
 گنتی سے لیکر تازمانہ وفات آنحضرت کی غمگسار رہیں۔ اور زیادہ تر
 وحی آپ ہی کے حجرہ میں نازل ہوئی۔

آنحضرتؐ پر اعتراض کرنے والوں کو ایک بات بخوبی ذہن نشین کر لینا
 چاہیے کہ آپ جب عالم شباب میں تھے تو صرف ایک بی بی پر
 کفایت کی اور وہ بھی آپ کے سن میں کمین زیادہ تھیں اور
 آپ کی دیگر ازدواج الشریعہ اور کمین تھیں کیا اس سے یہ ظاہر
 نہیں ہوتا کہ خواہشات نفسانی آپ کے مطیع تھے اور آپ
 نے کسی خواہش نفسانی کے غرض سے دوسری شادیوں نہیں
 کی جب ہم عہد قدیم کے لوگوں کو اون کے کثیر ازدواجی کے سبب
 قابل ملامت دیکھتے ہیں پھر اے کہ اون کے زمانہ میں اس کی
 رواج تھا اور اون کا اخلاقی معیار اس کو بڑا خیال نہیں کرتا تھا
 تو کیا وجہ ہے کہ ہم آنحضرت کے زمانہ کی حالت بھول جائیں
 اور عرب کے اخلاقی معیار کو خیال میں نہ لائیں۔ غرض کہ انصاف
 پسند شخص ذرا سی غور و تامل کے بعد بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ آنحضرتؐ
 کی شادیوں کی مقدار بے لوث اور زانیہ غرض سے یہ تھیں۔

تک منع کر دیا۔ اور پھر مسیحی و موسوی کے بارے میں مسلمانوں کو حکم کر دیا دلائل تجادل و اہل الکتاب۔ اہل کتاب سے جھگڑا مت کرو۔ اور دوسری قوموں کے متعلق کہ کسی قوم کو دوسری قوم پر کوئی خاص خصوصیت نہیں ہے فرمایا۔ ان من امة الا ملل جننا نذیر کوئی ایسی قوم نہیں جس میں ڈرائے والا نہ آیا ہو گرچہ اس اخوت اور یکائنت کی اعلیٰ تعلیم کی حمایت میں اسلام کو اپنے مخالفین کا مقابلہ تلوار سے کرنا پڑا مگر مذہبی آزادی اور حریت کی آواز سے دنیا کو گونجا دیا۔ یہی وہ راز تھا جس نے صدیوں کے مظلوم رعایا کو ان کا دوست بنا دیا۔ اور تھوڑے عرصہ میں دنیا کے ایک بڑے حصہ پر اسلامی نشان اُترائے لگا دیا۔

غیر مسلم رعایا کے متعلق جو اسلامی سلطنت میں آیا وہوں نے آنحضرتؐ نے یہ احکام نافذ فرمائے جو پہلے بجزان اور اوس کے آس پاس کے مسیحیوں کے لئے ارشاد فرمائے گئے تھے مگر اب بعد غیر مسلم رعایا یعنی فریوں کے ساتھ برتاؤ کے متعلق اسلامی قانون میں داخل ہو گیا۔

”اون کے جان مال کی حفاظت کی جائیگی اون پر کوئی دشمن حملہ کرے گا نہ اون کی ہر نعمت کی جائیگی۔ اون کو اون کے مذہب سے برگشتہ نہیں کیا جاوے گا۔ اون کے پڑائے حقوق برقرار رکھے جائیں گے کوئی لبش یا کاھن یا

اسلام کا احسان دنیا پر اور اسلام پر ایک آخری نظر

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

دنیا مسیح ناصری کی علیٰ تعلیم کو تقریباً فروپوش کر چکی تھی۔ دولت اور سلطنت کے نشہ نے دنیا کو بہبود کر رکھا تھا۔ مذہب کے پردے میں عیش دولت اور شوکت کی پرستش کی جا رہی تھی۔ دنیا کے سلطنتوں پر تاریکی چھا رہی تھی۔ خدا کے بندے مصیبت اور سختی میں مبتلا تھے۔ خوشی مسلمہ بقائے اقوامی اسلامیوں کے طرز حکومت کا اعلیٰ اصول تھا۔ مشرق و مغرب میں کمزوروں کے حقوق زبردستی چھینے جا رہے تھے۔ مذہبی تعصب نے دنیا کو اندھا کر رکھا تھا۔ مذہبی اختلافات کا فیصلہ تلوار کے ذریعہ کیا جاتا تھا۔ ایک گروہ دوسرے گروہ کا اسلئے جانی دشمن تھا کہ اون کے مذہبی عقیدوں میں کچھ فرق تھا کہ یکایک عرب کے ریگستان سے صلح اور اتفاق کی آواز سنائی دی۔ یا ایہا الذین امنوا لا یسیخروا قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا حذیرا منہم۔ اے ایمان والو کسی دوسری قوم کا مذاق مت کرو شاید اون میں کوئی پہلانی ہو۔ یہ وہ آواز تھی جس نے خون ریزی تو دور کنار دوسری قوم کا مذاق مسخرا وطن

اسلام نے غیر مسلم کے مذہبی احکام کا بولچا ظ کیا ہے اس کے متعلق فقہ کا یہ مسئلہ ایک اعلیٰ ثبوت ہے۔ کہ اگر کوئی عیسائی ایک گرجہ بنانے کی وصیت کر جائے تو یہ وصیت جائز سمجھی جائے گی اور اگر مسجد بنانے کی وصیت کر جائے تو اسلامی عدالت اس کو ناجائز سمجھے گی۔ اسلام نے مذہبی آزادی غیر قوموں کو اس زمانہ میں دی ہے جبکہ مذہبی آزادی کا زمین پر پتہ بھی نہ تھا۔ مسیحی قوموں نے یہودیوں اور دیگر قوموں کو نہایت ذلیل کر رکھا تھا سب سے بڑا سبق جو مسیحی سلطنتوں نے اسلام سے سیکھا ہے وہ مذہبی آزادی ہے۔

اسلام نے نہ صرف اپنی مفتوح رعایا کے مذہبی حقوق کا خیال رکھا ہے۔ بلکہ ان کو ہر معاملات میں مساوی درجہ دیا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر قصاص یعنی قتل و خون کے بارے میں فتح و مفتوح کے حقوق برابر خیال کئے گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت علیؑ کا قول اس پر شاہد ہے من کان لہ ذمتنا فداہمہ بمناد دیتہ کد تینا

یعنی جو لوگ ہمارے ذمی ہیں ان کا خون ہمارا خون اور ان کا خون ہمارا خون ہے۔ سلطنت رعیت کے تعلقات زمانہ آنحضرت کے بعد قائم ہوئے

پادری اپنے عہدہ سے برطرف نہیں کیا جائیگا۔ ہر ایک
 اپنے اپنے عہدہ پر بحال رہیگا۔ کوئی مورت یا صلیب نہیں
 توڑی جائیگی۔ نہ وہ کسی پر ظلم کرنے کے مجاز ہوں گے اور نہ اپنے
 ظلم کیا جاوے گا اور نہ سے اون کے مالک و سوان حصہ نہیں لیا جائیگا
 عربی یا تحون نے مندرجہ بالا احکام کی تعمیل نہ ضرر
 مسیحی قوموں کے ساتھ کی ہے بلکہ ہندوستان میں ہی
 جب عربوں نے محمد قاسم کے ماتحتی میں سورت پر حملہ کیا اور
 داہر کی سلطنت پر فتح پائی تو برہمنوں اور مندروں کے
 متعلق خلیفہ کو لکھ بھیجا۔ خلیفہ کا جواب آئے ہی تمام مندر
 ہندوؤں کو واپس کر دئے گئے۔ پو جاری و برہمن اپنی اپنی
 جگہ پر بحال کر دئے گئے۔ اور ہر قسم کی مذہبی آزادی اور
 کو دی گئی۔ خاص نذرانہ عامہ سے برہمنوں مندروں وغیرہ
 کی استعانت کی جاتی۔ اور اون کے تمام مذہبی امور کی
 تعمیل کرنے کی اور انہیں پوری پوری آزادی عطا کی گئی۔ بلکہ
 ہر طرح اور ان کی حفاظت کی جاتی۔ اسی طرح جب خالد
 نے زمان خلافت حضرت ابو بکرؓ میں حیرہ پر قبضہ کیا تو یہ
 معاہدہ لکھ دیا۔ ”ان کے گرجے برباد نہ کئے جائیں گے
 اور نہ اون کو سنکھ سجانے سے روکا جائے گا۔ نہ عید کے
 دن صلیب لگانے سے انہیں منع کیا جائے گا۔“

اور بانی مسیحی تھے۔ جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو پہلا مسئلہ بھی پیش کیا گیا۔ کہ عبید اللہؓ کی نسبت کیا کرنا چاہیے۔ تمام صحابہ نے بھی رائے دی کہ آپ کو قتل کر دینا چاہئے۔ بعض مصلحتوں کی وجہ سے حضرت عثمانؓ عبیدہ کے نسبت صحابہ کے فیصلہ کی تعمیل نہ کر سکے مگر آپ نے تینوں مقتولوں کا خون بہا ولا دیا۔ اسلامی تواریخ ایسی نظیروں سے پر ہیں۔ غرض کہ بانی اسلام نے اوس تاریک زمانہ میں ایسی روشنی پہیلانی کہ جس کی شاعین دور و دراز تک پہلین اور عرصہ تک قائم ہیں بیان تک کہ اوس عرب کے ریگستان سے نکل کر بڑھتے بڑھتے ایسی ترقی کی ایشیا سے یورپ تک چکا چونہ مجا دیا ہر شہروں میں مدرسے قائم کئے کالج کھولے۔ بغداد میں مدرسہ نظامیہ مع اورتیس کالجوں کے لاکھوں روپیہ کے صرفہ سے تعمیر کیا تو افریقہ میں مدارس اور کالج کی بے نظیر عمارتیں قائم کر کے یورپ و ایشیا کو علم کے سلسلہ سے وابستہ کر دیا۔

مورخ گبین کی تحقیق کے مطابق یورپ کے زمانہ جہالت میں سب سے پہلا مدرسہ فن جراحی کا مغرب میں مسلمانوں نے قائم کیا۔ لیکن بڑی بڑی درس گاہیں

اسلئے آپ کے بعد تو ایخ مین ہیشمار ایسی نظیر مین
ملین گی جن سے صاف واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے
مساوات کو قائم رکھا ہے۔ زمانہ خلافت حضرت عمرؓ میں ایک
مسلمان نے حیرہ کے ایک مسیحی کو مار ڈالا تھا۔ جب
حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع ہوئی آپ کے ارشاد کے
بموجب قاتل مقتول کے وارثین مین سے ایک کے حوالہ
کر دیا گیا۔ جس نے اس کو قتل کر دیا۔

اسی طرح حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین ایک صحابی نے
کسی یہودی باز پیر کے کرتب کو شیطان کا اثر سمجھ کر اسے
قتل کر ڈالا۔ گورنر ضلع نے فوراً قصاص مین صحابی کو گرفتار کیا
اور قتل کے ثوقید کر دیا داروغہ جیل کو ترس آیا اور اون کو چٹکے
سے لکال دیا۔ گورنر کو جب اسکی اطلاع ہوئی یہودی کے
قصاص مین حکم شرعی کے لحاظ سے داروغہ جیل کی گردن
مار دی۔ دوسرا بڑا واقعہ جو اس مسلمہ پر روشنی ڈالتا ہے وہ
حضرت عمرؓ کی شہادت کا واقعہ ہے۔ حضرت عمرؓ کا قاتل
ایک مجوسی النسل مسیحی تھا۔ جب حضرت عمرؓ کے بیٹے
عبیدہ کو اس کی اطلاع ملی۔ آپ تلوار ہاتھ مین لیکر نکلے
اور فیروز کے بیٹے اور حنفیہ و ہرمزان کو جن پر سازش کا
شبہ تھا قتل کر دیا۔ ان مین صرف ہرمزان مسلمان ہو گیا تھا

اتکے دربار کا میٹرشلی ایک مسیحی تھا اور ضلع جمص کی کلکٹری ایک مسیحی کے سپروٹتی منصور کے عہد سلطنت میں بہت سے غیر مسلم لوگ بڑے بڑے عہدوں پر مامور تھے۔ اور بہترے مسیحی و مجوسی علماء بطری بڑی تنخواہوں پر علمی کاموں کیلئے مقرر تھے چنانچہ اسکے دربار کا افسر الاطباء حاج بن جبریل تھا یہ پہلا شخص ہے جس نے دولت عباسیہ میں طب کی تصنیفات عربی میں ترجمہ کیں و پھر مسیحی ترجمہ بطریق تھا جسے بقراط اور جالینوس کی تصنیفات کا ترجمہ کیا منصور کے دربار میں ہندوستان کا بڑا ریاضی دان عالم الجداولین آیا اور سنسکرت کی مشہور ترج جبر کی نام سدا مانتا ہے منصور کو نچو تھیں پیش کیا۔ مذہبی تحقیقات کے لئے منصور نے عام اجازت دے رکھی تھی۔

قبل زمانہ اسلام مانی مذہب کے پیرو اور ہمارے پھر رہے تھے اسلام کے آئے ہی یہ فرقہ بھی عراق واپس آیا اور بہتری کتابیں مانی کی کتابیں بین لکھی گئیں۔ اسلامی تواریخ ایسے بشمار واقعات اور کارناموں سے پڑیں کہ جن کو دیکھتے ہوئے ہم کو اسلام ایسی ہیبت انگیز خوفناک شکل میں نظر نہیں آتا جیسا کہ متعصب مصنفوں نے اکثر دنیا کے سامنے پیش کرنیکی کوشش کی ہے۔ سچ پوچھو تو اسلام کا ہی نتیجہ ہے کہ دنیا کے مغرب اپنی صدیوں کی بڑائیوں سے آگاہ ہو کر جاگ اڑے۔ اور آج اسکو ہر امر میں مساوات کا فخر حاصل ہے اس زمانہ میں جبکہ مغربی اقوام نے آزادی اور مساوات کا ہر پارٹ ڈالنا بجا کر کیا

بغداد۔ قاہرہ۔ حلب۔ مصر۔ دمشق۔ قسطنطنیہ وغیرہ میں بہت
یہ تمام شہر اسلامی دنیا کے افسانہ و کیمبرج تھے ان مدرسوں
کے بچے لاکھوں روپیہ خرچ ہوتا تھا اور ہزاروں طالب علم بلا
کسی فیس وغیرہ کے تعلیم پاتے تھے۔ بشمار ایسی درسگاہیں
بھی تھیں جن کے بورڈنگ میں اذن عام تھا کہ جو شخص کہیں
سے بطلب علم آئے ہیں کو مکان۔ خوراک۔ حمام۔ ہسپتال۔
کچھ مہیا کر دیا جائے گا۔ چھٹی صدی ہجری میں عام حکم تھا کہ جو شخص کوئی
مدرسہ قائم کرے اوس کو تمام مصارف خزانہ شاہی سے لینے اور
مغربی طلباء کے لئے خاصہ سات باغ اور کچھ زمین وقف تھی
جس کی سالانہ آمدنی پانچ سو اسی تھیں۔

ان تمام مدرسوں کے لئے بشمار کتابیں ترجمہ کی
گئیں اور لاکھوں کی تعداد میں کتابیں اونٹوں پر لے کر
کے ہر گوشہ سے آنے لگیں۔ اور علماء کے متعلق بھی کوئی تدبیر
تفویق نہیں کی گئی۔ بلکہ ہر ایک کے علم و علمی کتابوں کے
ترجمہ کرنے یا تصنیف کرنے میں حصہ لیتے تھے اور ہر ایک
کیساتھ مساوات کا برتاؤ کیا جاتا تھا حضرت عمرؓ کے عہد خلافت
میں جب مصر فتح ہوا تو وہاں مشہور یونانی فلاسفر جان یا یوحنا موجود
تھا مصر کے گورنر عمرو بن العاص نے اسکی نہایت قدر و عزت کی
اور اسکی علمی تقریریں سن کر نہایت خوش ہوا میرزاویہ کے عہد میں

کیا کہ بگڑی ہوئی مسیحیت کیلئے سدھارنیکا باعث بنے اسلام کا آنا
 منشاۓ ایزدی کے مطابق تھا! اسلام کا ایک میشن تھا اور ضرور
 تھا کہ اسلام دنیا کے ہر گوشہ میں پہیل کر اوس میشن کو پورا کرتا یہ اسلام
 ہی کی ٹھوک تھی کہ جسکے لگتے ہی یورپ چونک پڑا اور اسکی ساری حقیقت
 اسپر کھل گئی۔ آزادی اور مساوات کا دم جو یورپ آج بھر رہا ہے
 زمانہ اسلام سے پیشتر یورپ میں محروم تھے۔ اسلام نے یورپ
 کی آنکھ کھول دی اور بتا دیا کہ آزادی اس کا نام ہے اور مساوات
 اسکو کہتے ہیں۔ تاہم مذہبی آزادی کے معنی یورپ میں یہ نہیں
 ہے کہ مسیحیت میں مساوات اور اخوت کا برتاؤ برتا جائے بلکہ
 اعلیٰ مذہبی اُمدون پر ترقی صرف مغربی قوم کے لوگ پاسکتے ہیں۔
 غیر ملک کے مسیحی کو ہمیشہ یورپی میشن کے ماتحت رہنا چاہئے
 اور تمام اعلیٰ تقرر مغربی کلیسیا کے ہاتھ میں ہو۔ اسلام نے مسیحیت کو
 بت پرستی کا اتنا گڑے بین گرنیے بجالایا جبکہ یو پاناب مسیح بنکر عبت
 اور جوہی تعلیم کا بانی اور منبج بنا ہوا مسیحی دنیا پر حکمران تھا اسلام نے غفر
 توحید سے قصر روم میں پہلی مچا دی اور بہتوں نے اس کی روشنی میں
 پوپ کے بنائے ہوئے جہنم کے خوفناک راستہ کو دیکھا اور کلیسیا
 روم سے پرٹوٹ کرتے ہوئے کہا گے اور پروسٹنٹ کے نام سے
 نامزد ہوئے۔ نہر اردن لاکھوں خدا کے بندے پوپ کے قہر کا شکار ہوئے اور
 اسلام نے یورپ میں وہ روشنی چمکائی کہ چاروں طرف چکا چوند چل گئی

اگرچہ اون مفتوحہ ممالک پر نظر کریں جو ان کے زیر حکومت ہیں وہ آزادی اور مساوات جو اسلام نے اپنی مفتوح قوم کو دیے رکھا تھا محدود نظر آئینگے مسلمان خلفاؤں کی سرپرستی میں بیشمار غیر مسلم عالم اور مہترجم بڑے بڑے عہد و سپر ممتاز تھے اور انکو ہر طرح کی آزادی حاصل تھی اور انکو وہی حقوق حاصل تھے جو اسلامی علماؤں کو ملتے تھے۔ کوئی کسی صوبہ کا گورنر تھا تو کوئی کسی خلیفہ کا وزیر یا مذہب کا ایک محکمہ طبابت کا افسر تھا تو دوسرا محکمہ علیہ کا سر دار تھا نیز شکہ جس قدر آزادی کیساتھ مسلمان تمام عہدوں پر ممتاز رکھے جاتے تھے اسی آزادی کیساتھ غیر مسلم کے سامنے بھی ترقی کا دروازہ کھلا رہتا تھا آج مغربی قوم نے مذہبی محکمہ کو پولیٹیکل محکمہ کو علیحدہ کر رکھا ہے اور دوسرے لفظوں میں ملکی معاملات میں مذہب کی گنجائش نہیں رہی گئی ہے۔ یعنی ملکی پالیسی کے مزاج پر مغربی اقوام نے مذہب کی قربانی چڑھا کر اس کی نام مذہبی آزادی رکھا ہے۔ اسلامی عہد میں اگر کوئی شخص اسلام قبول کر لیتا تو مذہبی عہدہ پر انتہائے عہدہ تک ترقی کر سکتا تھا مگر آج مذہب کے اعلیٰ عہدوں پر نئے مسیحیوں کو ترقی دینے کی یورپ کو اعتراض ہے۔

اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں کہ اون تمام باتوں کا ذکر بہ تفصیل کیا جائے جو اسلام نے دنیا کو سکھایا ہے غرض کہ اسلام ایک روشنی تھی جو عرب کے ریگستان سے نکلی آزادی اخوت و مساوات کا سبق سکھا کر دنیا سے کا فور ہوئی ہوئی نظر آ رہی ہے۔ اسلام دنیا میں

فرصت ملی ہے یہ غریب اور حلیم شخص عرب کا سلطان اور بانی اسلام
 ہے۔ جسکے ہزار ہا جان نثار اپنی جان اوسکے ایک لفظ پر قربان
 کروینے کو طیار ہیں مگر انکو کسی دنیاوی جاہ و جلال کی پروا نہیں
 اپنی بے لوث زندگی میں اسکا ایک ہی مقصد ہے اور اوسکے تمام
 عملی کارروائیوں اور تدبیروں کا ایک ہی مرکز ہے یعنی تصدقات اور
 اوسکی اشاعت میں کیسی طرح دینے نہ کرنا، وہ کوئی ایسی کوشش اور
 قوت اس میں ہے جس نے اسکے تمام دشمنوں کو ان کی آن میں
 اس پر جان قربان کروینے کو آمادہ کر دیا ہے۔ لوگ صریحاً اسے اپنا جوتا
 مرت کرتے اور اپنے کپڑوں پر پوند لگاتے ہوئے دیکھتے ہیں مگر
 جب یہ اپنے خیمہ سے نکلا کر لوگوں کو حق کی حمایت کی طرف بلاتا ہے
 سیکڑوں ہزاروں اسکے چاروں طرف جمع ہو جاتے ہیں اور بحیثیت
 کمانڈر انچیف انکو میدان جنگ میں لجاتا ہے۔ یہ اون میں ہاں
 عرب کے جاہل خدھی اور تعصب قوم کے درمیان چلتا اور بہرتا
 ہے اور وہ اسکی روزانہ زندگی سے واقف ہیں مگر جب وہ ان کے
 سامنے اپنا پیغام لیکر جاتا ہے سیکڑوں بلکہ ہزاروں اپنی گروین
 اسکے سامنے خم کر دیتے ہیں۔ اسکے زندگی کا آخر خاتمہ ہو جاتا ہے
 مگر اسکے بہت سے پیرو جاسکے ساتھ بچپن سے رہ چکے ہیں
 اور اوسکی تمام زندگی دیکھ چکے ہیں۔ اسکی موت کا یقین نہیں کرتے
 چنانچہ حضرت عمرؓ فوراً کھڑا لیکر کھڑے ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں

اور مذہبی دنیا ایک دوسرے میں تمیز نہ کر سکی اور آپس میں ہر ایک
 برحق ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں لڑنے کی تیار ہو گئے غرض کہ سیکڑوں
 مسیحی دوسرے مسیحی کے ہاتھ سے اک اور تلوار کی نظر خطر پائی جانے لگے
 آخر بائبلین لوہراٹھ کھڑا ہوا اور اس پر الزام لگایا گیا کہ مسیحیت کے پر وے
 میں یہ اسلام پھیلانے کی کوشش کر رہا ہے۔

صداقت کسی قوم یا ذات کی اپنی ملکیت نہیں بلکہ صداقت
 عالمگیر ہے۔ کسی مذہب یا قوم کی صداقت صرف اسی قوم کے
 افراد کیلئے محدود نہیں بلکہ اگر وہ صداقت صداقت کا نام ہو تو عالمگیر
 ہے۔ تو ہر قوم کے ہر فرد کا اسی پر اتنا ہی دعویٰ ہے جتنا کہ اس مذہب
 کے پیروں کا جس میں وہ صداقت پائی جاتی ہے مثلاً اسکندریہ
 جزیرہ فقیل نہ صرف یونانیوں اور اس کی ہم قوم کیلئے ہے بلکہ دنیا کے ہر
 افراد کے لئے ہر جواں کو سمجھنا اور تسلیم کرنا ہے۔ اس طرح اسلام کی
 صداقت صرف عرب کی قوم کے لئے محدود نہ تھی بلکہ مثل دیگر مذاہب
 کے اسکے لئے امور لازمی میں تھا کہ عرب کے ریاستان سے نکل کر
 اقصائے مشرق سے انتہائے مغرب تک منور ہو کر دے۔ اسلام
 کا پہلا شمشیر نہیں بلکہ اپنی فضیلت اور صداقت سے ہے
 عزیز ناظرین۔ آؤ ہم ایک آخری نظر اس دلنہیں صوفی
 پر کریں وہ جو اپنے خیمہ میں بیٹھا ہوا اپنے بیٹا پر ہونڈ لگے ہوئے
 چغہ میں بیوی لگا رہا ہے اور ابھی اپنی جوتی مرست کر کے اوست

جسے کہا کہ آج محمدؐ نے انتقال کیا میں اس کا سترن سے جدا کروں گا
 ہاں یہ زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے۔ برس اور برس کے بعد صدیا
 گزر جاتی ہیں مگر اسکے نام میں تاثیر اب تک وہی پائی جاتی ہے لوگ
 اسکے نشان کے چاروں طرف جمع ہوتے ہیں اور اسکے نام کا
 لغزہ مارتے ہوئے عرب کے ریگستان سے نکلتے ہیں اور کوچ
 کرتے ہوئے ایک ملک کے بعد دوسرا ملک ایک اقلیم سے دوسرے
 اقلیم تک فتح کرتے ہوئے اور صداقت کا نشان اوڑھاتے ہوئے
 بڑھتے ہیں فتحیابی کا زمانہ گزر جاتا ہے۔ زمانہ کا انقلاب ان
 فقیح ابیون کے سر سے کامیابی اور عروج کا سہرہ چھین لیتا
 ہے۔ مگر واہ رے بانی اسلام کہ اب تک اسکے نام میں وہی
 کشش پائی جاتی ہے۔ غریبے امیر بادشاہ سے فقیر تمام اسکے
 نام لیوا ہیں۔ ہر ایک اب تک اسکے نام پر اپنی جان دینے کو مستعد
 ہے۔ وہ کونسی شے اوسمین تھی اور کونسی شے دنیا میں اپنے
 بعد چھوڑ گیا جس نے دنیا کے اتنے بڑی آبادی کو باوجود انقلابات
 زمانہ کے اپنا گرویدہ کر رکھا ہے۔ اس کا جواب بلا کسی روک
 ٹوک کے بے اختیار دل سے یہی نکلتا ہے۔ یعنی
 ”صداقت اور صداقت اسلام“

تمام شد